رنگینیاں

شکیل بدایونی

۱

رنگینیاں

شکیــــل بـــدایونی

گسال

نیا ادارہ ✡ لاہور
آرائش : حنیف رامے

جملہ حقوق محفوظ

بار اول : ۱۹۶۱ء

طابع و ناشر : نذیر احمد چودھری
نیا ادارہ، سویرا آرٹ پریس، لاہور

جلوہ حُسن کرم کا آسرا کرتا ہوں میں ، ۴۰
ناکام عرض شوق کی جرأت ہے ، کیا کروں ؟ ، ۴۱
چاندنی میں رُخ زیبا نہیں دیکھا جاتا ، ۴۲
جب کبھی ہم ترے کوچے سے گزر جاتے ہیں ، ۴۳
نغمہ عشق سناتا ہوں میں اس شان کے ساتھ ، ۴۴
تم نے یہ کیا ستم کیا ؟ ضبط سے کام لے لیا ، ۴۵
غم جہاں کے فسانے تلاش کرتے ہیں ، ۴۶
صہبائے غرض تھی شعلہ فشاں اس درجہ ہر اک پیمانے میں ، ۴۷
صداقت آج کل ہم پایہ تقصیر دیکھی ہے ، ۴۸
کوئی آرزو نہیں ہے ، کوئی مدعا نہیں ہے ، ۴۹
کیا غم ہستی ؟ کیا غم جاناں ؟ ، ۵۰
حریف سکون درد دل ہو گیا ہے ، ۵۱
تہمت آب و گل اُٹھا نہ سکی ، ۵۲
قاتل کو ہے زعم چارہ گری ، اب درد نہاں کی خیر نہیں ، ۵۳
اے محبت ترے انجام پہ رونا آیا ، ۵۴
لاکھ دستور وفا دنیا سے اُٹھتا جائے ہے ، ۵۵
کیا کیجیے شکوہ دوری کا ؟ ملنا بھی غضب ہو جاتا ہے ، ۵۶
ضبط کا خوگر ہے دل ، اُن کی توجہ کم سہی ، ۵۷
کیا ہؤا جو خضر ہم کو راہ دکھلاتے رہے ، ۵۸
نالہ مرا حدود اثر تک پہنچ گیا ، ۵۹
آج پھر گردش تقدیر پہ رونا آیا ، ۶۰
مرے پر مذاق فقرے میرے کام آ گئے ہیں ، ۶۱
اے حُسن خود بیں تیری دہائی ، ۶۲
اس درجہ بدگماں ہیں خلوص بشر سے ہم ، ۶۳
غم سے کہاں اے عشق مفر ہے ؟ ، ۶۴
زندگی کا درد لے کر انقلاب آیا تو کیا ؟ ، ۶۵
رنگ لائے غم دوراں تو مزہ آ جائے ، ۶۶
دل لذت نگاہ کرم پا کے رہ گیا ، ۶۷
لطف نگاہ ناز کی تہمت اُٹھائے کون ؟ ، ۶۸
کسی کو جب نگاہوں کے مقابل دیکھ لیتا ہوں ، ۶۹
قید قفس میں مژدہ فصل بہار کیا ؟ ، ۷۰

ترتیب

تعارف : ناشر ، ۱۲

غزلیں

یہ زمیں آسماں ترے صدقے ، ۱۷
بیگانہ ہو کے بزمِ جہاں دیکھتا ہوں میں ، ۱۸
زبانِ فطرت سے ان دنوں میں نئے نئے راز سن رہا ہوں ، ۱۹
لا رہا ہے مے کوئی شیشے میں بھر کے سامنے ، ۲۰
ہزار قیدِ خزاں سے چھٹ کر بہار کا آسرا کریں گے ، ۲۱
تلخیِ حالاتِ رفتہ سے جو گھبرانے لگے ، ۲۲
عشق کا کوئی خیر خواہ تو ہے ، ۲۳
دل کے بہلانے کی تدبیر تو ہے ، ۲۴
آج وہ بھی عشق کے مارے نظر آنے لگے ، ۲۵
شکستِ بے خودی کے مستقل سامان تو ہوں گے ، ۲۶
ذوقِ گناہ و عزمِ پشیماں لیے ہوئے ، ۲۷
گلشن ہو پھر تصرفِ دورِ خزاں سے دور ، ۲۸
دھندلی دھندلی فضا ، نہ صبح نہ شام ، ۲۹
غمِ حیات بھی آغوشِ حسنِ یار میں ہے ، ۳۰
شب کی بہار ، صبح کی ندرت نہ پوچھیے ، ۳۱
جل کے اپنی آگ میں خود صورتِ پروانہ ہم ، ۳۲
اب وہ خود محورِ علاجِ دردِ پنہاں ہو گئے ، ۳۳
مستِ جمالِ یار کو واقفِ حال کر دیا ، ۳۴
عشق کی چنگاریوں کو پھر ہوا دینے لگے ، ۳۵
ناصح کو ذوقِ مشغلہِ وعظ و پند ہے ، ۳۶
نئے باغباں نے چمن بیچ ڈالا ، ۳۷
جینے والے قضا سے ڈرتے ہیں ، ۳۸
زمیں پر فصلِ گل آئی ، فلک پر ماہتاب آیا ، ۳۹

رنگینیاں ، ۴۷

محبِ گرامی

نوشاد علی صاحب

(میوزک ڈائرکٹر)

کے نام —

جن کی دل نواز موسیقی نے میرے فلمی نغموں کو زندگی بخشی ۔

شکیل بدایونی

کشمکشِ حیات کو جزوِ حیات پا کے ہم ، ۷۱
تصور میں آن سے ملاقات کیوں ہو ؟ ، ۷۲
جز نغمہِ ربابِ وفا اور کچھ نہیں ، ۷۳
زندگی آن کی چاہ میں گزری ، ۷۴
رنگِ صنم کدہ جو ذرا یاد آ گیا ، ۷۵
ہم آن کی انجمن کا ساماں بن کے رہ گئے ، ۷۶
تیرا ہی عکس دیکھا صورتِ شمس و قمر میں نے ، ۷۷
ہر نفس آن کا خیال آتا رہا ، ۷۸
تمہیدِ ستم اور ہے ، تکمیلِ جفا اور ، ۷۹
طوفِ حرم نہ دیر کی گہرائیوں میں ہے ، ۸۰
ملا نہ رہروانِ سست گام کو ترا نشاں ، ۸۱
لبِ خزاں نہ سہی ، غیرتِ بہار کرے ، ۸۲
جو ہے رائیگاں تری جستجو ، یہ مری نظر کی خطا نہیں ، ۸۳
رہِ تصور میں کھونے والے ، شبِ الم سازگار سمجھے ، ۸۴
پھر آٹھی دل میں اک موجِ شباب ، آہستہ آہستہ ، ۸۵
شکوہِ اضطراب کون کرے ؟ ، ۸۶
افسردہ نہ ہو اے نگہِ نازِ محبت ، ۸۷
دل ہی سوزِ دروں سے جل جاتا ، ۸۸
دل مرکزِ حجاب بنایا نہ جائے گا ، ۸۹
بدمست ہو کے اے نگہِ ناز دیکھنا ، ۹۰
سکون و صبر کا آمیدوار ہے اب تک ، ۹۱
سرگزشتِ دل کو رودادِ جہاں سمجھا تھا میں ، ۹۲
پی شوق سے واعظ! ارے کیا بات ہے ڈر کی ؟ ۹۳
وہ دل میں رہتے ہیں ، دل کا نشاں نہیں معلوم ، ۹۴
زندگی مدہوش ہو کر رہ گئی ، ۹۵
دیتی ہیں بہاریں انہیں پیغامِ سکوں کیا ؟ ، ۹۶
دور ہیں وہ — اور کتنی دور ، ۹۷
تھا دل کو سکوں عشقِ جنوں گیر سے پہلے ، ۹۸
لب صرفِ تکلم ہیں تو نظریں ہیں کہیں اور ، ۹۹
کیوں نہ تقدیر پہ ہو ناز و نعم آج کی رات ؟ ، ۱۰۰
خرد کو آزمانا چاہتا ہوں ، ۱۰۱

نہ خیالِ مرگ و ہستی، نہ ملالِ عمرِ فانی ، ۱۰۲
نگاہِ شوق پہ کرنا ہے آشکار مجھے ، ۱۰۳
نظر کو شرکتِ نظارہ کی بھی تاب نہیں ، ۱۰۴
بہت کچھ ہو چکی ہیں زندگی میں خامیاں پیدا ، ۱۰۵
خانۂ اُمید بے نور و ضیا ہونے کو ہے ، ۱۰۶
سر بہ سر محرمِ گنجینۂ اسرار تھے ہم ، ۱۰۷
شبِ مہتاب و شامِ زندگانی یاد آتی ہے ، ۱۰۸
ستم اپنے جو یاد آیا کریں گے ، ۱۰۹
فروغِ حسنِ کرم کا حاصل غمِ جفائے تمام کیوں ہے ؟ ، ۱۱۰
نہ فروغِ بام کی جستجو، نہ ضیائے در کی تلاش ہے ، ۱۱۱
ہوئی ایک عمر ترکِ التجا کو ، ۱۱۲
تری اک نظر کا حاصل عدم و وجودِ جاں ہے ، ۱۱۳
برائے نام جہاں دورِ بے سرور چلیں ، ۱۱۴
نہ ساقی، نہ مطرب؛ نہ ساغر، نہ مینا ، ۱۱۵
یارب غرورِ حسن کو رُسوا نہ کر سکوں ، ۱۱۶
ہر جذبۂ غم کی تلخی میں اک مستیِ پنہاں دیکھیں گے ، ۱۱۷
ممکن نہیں کہ دور ہوں راہِ وفا سے ہم ، ۱۱۸
بے خودی ہے نہ ہوشیاری ہے ، ۱۱۹
بہارِ مے کدہ اپنی، سرِ گلشن تمام اپنا ، ۱۲۰
وقتِ سحر خوشی کا مزہ غم میں آ گیا ، ۱۲۱
بے کسی سے مرنے والے کا بھرم رہ جائے گا ، ۱۲۲
راہِ خدا میں عالمِ رندانہ مل گیا ، ۱۲۳
وہ کیفِ حسن و عشق، وہ لطفِ غزل گیا ، ۱۲۴
کہیں عشق کا تقاضہ، کہیں حسن کے اشارے ، ۱۲۵
بدلے بدلے مرے غم خوار نظر آتے ہیں ، ۱۲۶
یہ تمام غنچہ و گل، میں ہنسوں تو مسکرائیں ، ۱۲۷
دلِ غم زدہ پر جفائیں کہاں تک ؟ ، ۱۲۸
قرباں کس پہ دولتِ ہستی ہے آج کل ، ۱۲۹
دانستہ سامنے سے جو وہ بے خبر گئے ، ۱۳۰
مجھ سے خفا خفا بھی ہیں، اور برہمی بھی ہے ، ۱۳۱
شرحِ جفائے چرخِ کہن مختصر نہیں ، ۱۳۲

۱۰ ، رنگینیاں

اے گردشِ تقدیر یہ کیا بوالعجبی ہے؟ ، ۱۳۳
دلِ غم زدہ کو خوشی کب ملے گی ؟ ، ۱۳۴

گیت

افسانہ لکھ رہی ہوں دلِ بے قرار کا ، ۱۳۷
سہانی رات ڈھل چکی ، نہ جانے تم کب آؤ گے ؟ ، ۱۳۸
قسمت بنانے والے ذرا سامنے تو آ ، ۱۳۹
یہ دنیا ہے ، یہاں دل کا لگانا کس کو آتا ہے ؟ ، ۱۴۰
مان مرا احسان ، ارے نادان ، کہ میں نے تجھ سے کیا ہے پیار ، ۱۴۱
تصویر بناتا ہوں تری خونِ جگر سے ، ۱۴۲
موہے بھول گئے سانوریا ، بھول گئے سانوریا ، ۱۴۳
آئے نہ بالم وعدہ کر کے ، تھک گئے نیناں دھیرج دھر کے ، ۱۴۴
آسماں والے تری دنیا سے جی گھبرا گیا ، ۱۴۵
انصاف کا مندر ہے ، یہ بھگوان کا گھر ہے ، ۱۴۶
گھر آیا مہمان ، کوئی جان نہ پہچان ، بنے بالما ، ۱۴۷
ڈھل چکی شامِ غم ، مسکرا لے صنم ، ۱۴۸
چودھویں کا چاند ہو یا آفتاب ہو ، ۱۴۹
دکھ بھرے دن بیتے رے بھیا ، اب سکھ آیو رے ، ۱۵۰
تری محفل میں قسمت آزما کر ہم بھی دیکھیں گے ، ۱۵۱
وفا کی راہ میں عاشق کی عید ہوتی ہے ، ۱۵۲

تعارف

شکیل بدایونی کا اصلی نام شکیل احمد ہے، تاریخی نام غفار احمد اور تخلص شکیل۔

بدایوں (یو۔پی) میں مولانا جمیل احمد صاحب قادری سوختہ مرحوم کے ہاں، جو ایک بلند پایہ عالم اور واعظ تھے، ۳ اگست ۱۹۱۶ء کو بمطابق ۳ شوال ۱۳۳۴ھ پیدا ہوئے اور اپنے عمِ محترم حضرت مولانا ضیاء القادری صاحب سے، جو نعت و منقبت کے مسلم الثبوت شاعر تھے، شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ انہوں نے اپنی شاعری کی ابتدا ۱۹۳۰ء سے کی، جب یہ صرف چودہ سال کے تھے۔ ان کے شوقِ بے نہایت اور مولانا کی توجہ اور عنایت کے سبب شعری صلاحیت روز بروز نکھرتی گئی۔

بدایوں شہر اولیاء اللہ کی بستی ہونے کے باعث ہمیشہ سے علماء و فضلاء کا مرکز رہا ہے۔ اس کی علمی اور ادبی فضاء شکیل کے لیے بہت سازگار تھی، لیکن یہ پرانے رنگِ شاعری سے نہ بچ سکے۔ پھر بھی ان کی ابتدائی شاعری تصوف اور تغزل کا حسین امتزاج ہے۔ اپنے برادرِ نسبتی مولوی ظفر یاب حسن جام نوائی کی ہمت افزائی بھی ان کے بہت کام آئی۔

شکیل ۱۹۳۱ء اور ۱۹۳۲ء میں بمبئی میں انگریزی کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے سے پہلے بدایوں میں قرآن کریم پڑھنے کے ساتھ ساتھ مختلف اساتذہ سے اردو اور فارسی کی تعلیم حاصل کرچکے تھے اور عربی کے ابتدائی اسباق بھی پڑھ لیے تھے۔

بمبئی کے بعد بدایوں کے اسلامیہ ہائی سکول سے ۱۹۳۶ء میں

ھائی سکول کا امتحان پاس کیا - اسی زمانے میں شادی ھو گئی ، لیکن انھوں نے فوراً ھی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا -

علی گڑھ پہنچنے کے بعد مطالعہ اور ادبی صحبتوں کے ذرائع اور وسیع ھو گئے - یہیں شکیل اپنے دوست راز مراد آبادی کی معرفت ، جو جگر صاحب کے شاگرد تھے ، جگر صاحب سے ملے اور اُن کے رنگِ تغزل سے خاصے متاثر ھوئے — اور آھستہ آھستہ ان کا اپنا انداز بدلنے لگا - گلے میں بلا کا بانکپن تھا ، مشاعروں کی داد نے شہرِ غزل کا راستہ دکھایا اور یہ وھیں کے ھو رھے -

۱۹۳۹ء میں ان کے والدِ گرامی رحلت فرما چکے تھے، گھریلو ذمے داریاں ان کے سر آ گئی تھیں ، اس لیے ۱۹۴۲ء میں بی - اے کرنے کے بعد یونیورسٹی کو خیر باد کہہ کر شکیل محکمہ سپلائی میں شامل ھو کر دھلی چلے آئے ، جہاں پرانے شعراء کا جمگھٹا تھا -

اب ان کی شاعری جوان ھو چکی تھی - امدادِ جنگ کے سلسلے کے مشاعروں اور آل انڈیا ریڈیو نے انھیں بے حد مقبول بنا دیا - اسی دوران میں بمبئی جانے کا اتفاق ھوا - یہ وہ زمانہ تھا کہ مشہور فلم ساز دل پسند شعراء کو فلمی نغمہ نگاری پر مائل کر رھے تھے - انھیں بھی اے - آر - کاردار کی طرف سے دعوت ملی اور یہ ۱۹۴۶ء میں سرکاری ملازمت کو خیر باد کہہ کر فلمی دنیا میں شامل گئے -

اکثر شعراء بمبئی پہنچ کر اپنی شاعری کا معیار قائم نہ رکھ سکے تھے ، لیکن شکیل بہت کامیاب رھے - انھوں نے اپنی شاعری کا معیار بھی قائم رکھا اور مقبول گیت بھی لکھے - اس کی وجہ یہ ھے کہ شکیل نے کبھی بھی اپنے آپ کو کاروباری نہیں ھونے دیا ، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ایسا کرنے سے تخلیقی صلاحیت میں فرق آ جاتا ھے -

شکیل اپنی پسند کی معیاری فلموں کے گیت لکھنے کی ذمے داری لیتے ھیں اور صرف اُن لوگوں کے ساتھ کام کرتے ھیں جو انہیں پوری آزادی سے کام کرنے دیں ۔ وہ کم کام کرتے ھیں لیکن اچھا ۔ اپنے ھر گیت کے ایک ایک بول پر دنوں محنت کرتے ھیں ، ھر ھر طرح سنوارتے ھیں اور پوری تسلی ھونے کے بعد ھی اُسے موسیقار کے حوالے کرتے ھیں ۔ اس محنت اور لگن کا نتیجہ ھے کہ ان کا معیارِ شعر اپنے مقام اور سطح سے کبھی نہیں گرا اور ان کے نغمے فوراً مقبولِ عام کی سند حاصل کر لیتے ھیں ۔ جتنے مقبول گیت انہوں نے لکھے ھیں شاید ھی کسی دوسرے شاعر نے لکھے ھوں ۔ لیکن یہ سچ ھے کہ ان کی مقبولیت میں موسیقارِ اعظم نوشاد لکھنوی کا بھی بڑا ھاتھ ھے ، جو زبان و ادب سے پوری طرح آشنا ھیں ۔

شکیل غزل کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ھوئے فرماتے ھیں :

"عموماً غزل گو شعراء کا نظریۂ شاعری مبہم اور غزل کی شاعری میں مقصدیت کا عنصر بہت کم ھوتا ھے ، لیکن جدید غزل گو شعراء نے اس روایت سے انحراف کرکے ثابت کر دکھایا ھے کہ صنفِ غزل کو مقصدی شاعری کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ھے ۔ میں جدید غزل کا قائل ھوتے ھوئے بھی روایت کی اھمیت سے انکار نہیں کرتا ۔ روایت اور تجربے کے گھال میل ھی سے غزل کا رنگ روپ نکھر سکتا ھے ۔ میں ترقی پسند ھوں نہ رجعت پسند ، بس شاعر ھوں ۔"

ناشر

☆

یہ زمیں ، آسماں ترے صدقے
میں ہی کیا ، دو جہاں ترے صدقے

ہر نفس ، ہر خیال تجھ پہ نثار
ہر نظر ، ہر زباں ترے صدقے

خلوتِ حُسنِ شش جہت کی قسم
بزمِ کون و مکاں ترے صدقے

نقش ہے لوحِ دل پہ تیرا کلام
رحمتِ جاوداں ترے صدقے

رنگ و بُو میں اُلجھ سکا نہ شکیل
جلوۂ لامکاں ترے صدقے

☆

بیگانہ ہو کے بزمِ جہاں دیکھتا ہوں میں
دنیائے رنگ و بُو کا سماں دیکھتا ہوں میں

روشن ضمیر جیسے کوئی صرفِ دید ہوں
یوں جلوہ ہائے کون و مکاں دیکھتا ہوں میں

میری نظر سے لاکھ زمانے گزر گئے
ہر شعبۂ طلسمِ جہاں دیکھتا ہوں میں

ارزاں ہے ظلم و جور کی افتادگی مگر
جنسِ وفا و مہر گراں دیکھتا ہوں میں

اک سمت جشنِ شادی و ہنگامۂ نشاط
اک سمت حشرِ آہ و فغاں دیکھتا ہوں میں

شرحِ الم دراز ہے، القصہ اے شکیل
اک داغ اپنے دل میں نہاں دیکھتا ہوں میں

☆

زبانِ فطرت سے ان دنوں میں نئے نئے راز سن رہا ہوں
مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے خود اپنی آواز سن رہا ہوں

ہر اہلِ دل کی زباں پہ یکساں فسانۂ زندگی نہیں ہے
کسی سے انجام سن رہا ہوں، کسی سے آغاز سن رہا ہوں

مجھے تو کوئی ملا نہ ایسا جو مرنے والوں کو زندہ کردے
میں آج بھی بزمِ زاہداں میں حدیثِ اعجاز سن رہا ہوں

خبر نہیں امن کے اندھیرے میں کون خنجر چلا رہا ہے
کراہتی، ڈوبتی، سسکتی، دلوں کی آواز سن رہا ہوں

سنا ہے اک لشکرِ عنادل مٹانے آیا ہے رسمِ زنداں
قفس کے نزدیک کچھ دنوں سے میں شورِ پرواز سن رہا ہوں

ملے گا نغمہ کوئی تو ایسا کہ ہوگی جس پر حیات رقصاں
شکیل میں دل کی انجمن میں صدائے ہر ساز سن رہا ہوں

☆

لا رہا ہے مے کوئی شیشے میں بھر کے سامنے
کس قدر پُر کیف منظر ہے نظر کے سامنے

میں تو اس عالم کو کیا سے کیا بنا دیتا مگر
کس کی چلتی ہے حیاتِ مختصر کے سامنے

پھر نہ دینا طعنہ ناکامیِ ذوقِ نظر
حوصلہ ہے کچھ تو آ جاؤ نظر کے سامنے

آہ! یہ رودادِ ہنگامِ طرب، اے غمگسار!
ذکرِ گلشن جیسے اک بے بال و پر کے سامنے

ہو چکا جب خاتمہ ساری امیدوں کا تو پھر
جا رہے ہو کیوں شکیل اس فتنہ گر کے سامنے؟

☆

شکیل دوریِ منزل سے نا امید نہ ہو
اب آئی جاتی ہے منزل، اب آئی جاتا

☆

هزار قیدِ خزاں سے چھٹ کر بہار کا آسرا کریں گے
بہار بھی ہم قفس زدوں کو نہ راس آئی تو کیا کریں گے؟

اب اور اس کے سِوا نہ ہوگی قفس میں تسکینِ دل کی صورت
چمن کی جانب نظر اٹھا کر کبھی کبھی ہنس لیا کریں گے

یہ کیا خبر تھی کہ شامِ فرقت مرے لیے سازگار ہوگی
وہ ماہ و انجم کی آڑ لے کر مرے فسانے سنا کریں گے

نگاہ کی بندشیں سلامت، جنوں کی پابندیاں مُسلّم
کہیں بھرم کھُل گیا تو اے دل، میں کیا کروں گا، وہ کیا کریں گے؟

یہ دیکھنا ہے کہ بعدِ ترکِ تعلقات اے شکیل کب تک
نہ کوئی ہم پر جفا کرے گا، نہ ہم کسی سے وفا کریں گے

☆

تلخیِ حالاتِ رفتہ سے جو گھبرانے لگے
میرا دل لے کر وہ اپنے دل کو بہلانے لگے

عشقِ اوّل پر مجھے ایمان لانا ہی پڑا
وہ بھی پختہ کار تھے ، افسانہ دہرانے لگے

مل گئی اُن کو بھی آخر شدّتِ غم سے نجات
اور مجھ کو بھی محبت کے مزے آنے لگے

محفلوں پر رنگ آیا ، خلوتیں روشن ہوئیں
روز و شب دل کے پیام آنے لگے ، جانے لگے

رہ سکا قائم نہ دو دن یہ فریبِ دلدہی
میری جائز التجاؤں کو وہ ٹھکرانے لگے

میرے دل کی ہر گزارش جبر کہہ کر ٹال دی
اختیارِ حُسن کی تصویر دکھلانے لگے

جس سے چاہا گُفتگو کی ، جس کو دیکھا ہنس دیے
میرے آگے وہ کرم دُنیا پہ فرمانے لگے

اُن کی دنیا میں تو تم ایسے ہزاروں ہیں شکیل
تم ہی پاگل تھے جو اُن کو پا کے اِترانے لگے

☆

عشق کا کوئی خیر خواہ تو ہے
تو نہیں ہے ، تری نگاہ تو ہے

عرضِ غم کیوں نہ آن سے کر دیکھوں
اب بھی تھوڑی سی رسم و راہ تو ہے

زندگی اک سیاہ رات سہی
عاشقی اک چراغِ راہ تو ہے

روز و شب کی حقیقتیں معلوم
اک تماشائے مہر و ماہ تو ہے

تابِ جلوہ نہیں مجھے ، نہ سہی
لیکن اک جرأتِ نگاہ تو ہے

مطمئن ہوں ترے تبسم سے
میرے غم کا کوئی گواہ تو ہے

اور اقبالِ جرم کیا ہو شکیل
تھرتھرائے لبوں پہ آہ تو ہے

☆

دل کے بہلانے کی تدبیر تو ہے
تُو نہیں ہے ، تری تصویر تو ہے

ہم سفر چھوڑ گئے مجھ کو تو کیا
ساتھ میرے مری تقدیر تو ہے

قید سے چھوٹ کے بھی کیا پایا
آج بھی پاؤں میں زنجیر تو ہے

کیا مجال اُن کی نہ دیں خط کا جواب
بات کچھ باعثِ تاخیر تو ہے

پُرسشِ حال کو وہ آ ہی گئے
کچھ بھی ہو عشق میں تاثیر تو ہے

غم کی دنیا رہے آباد شکیل
مفلسی میں کوئی جاگیر تو ہے

☆

آج وہ بھی عشق کے مارے نظر آنے لگے
اُن کی بھی نیند اڑ گئی ، تارے نظر آنے لگے

آنکھ ویراں ، دل پریشاں ، زُلف برہم ، لب خموش
اب تو وہ کچھ اور بھی پیارے نظر آنے لگے

دل میں سوزِ عاشقی انگڑائیاں لینے لگا
آشیاں کے پاس انگارے نظر آنے لگے

ہم تو دریا ہی کو سمجھے تھے تلاطم آفریں
آج تو ساحل پہ بھی دھارے نظر آنے لگے

جن کو سن کر معترض ہوتے تھے وہ اکثر شکیل
اب وہی اشعار شہپارے نظر آنے لگے

☆

شکستِ بے خودی کے مستقل سامان تو ہوں گے
نہ کیوں جی بھر کے پی لُوں مےکدے ویران تو ہوں گے

ہم اُن کے سامنے آئینہ دل لے کے جاتے ہیں
نتیجہ کچھ سہی، لیکن ذرا حیران تو ہوں گے

یہ دنیا جنتِ عشرت ہے منہ بولے فرشتوں کی
جہنم چاہیے مجھ کو، وہاں انسان تو ہوں گے

ہجومِ غم سے تنگ آ کر کوئی مرتا ہے مرنے دو
زمانے پر جنابِ عشق کے احسان تو ہوں گے

اسی دُھن میں گذارے جا رہا ہوں زندگی اپنی
کبھی یہ زندگی کے مرحلے آسان تو ہوں گے

غم و آلام سے کیوں ہو مفر کُوئے محبت میں
جہاں آباد ہیں کچھ گھر وہاں مہمان تو ہوں گے

شکیل اُن کی کرم فرمائیوں سے دل دھڑکتا ہے
یہ مانا خوبصورت ہیں مگر نادان تو ہوں گے

☆

ذوقِ گناہ و عزمِ پشیماں لیے ہوئے
کیا کیا ہنر ہیں حضرت انساں لیے ہوئے

کفر و خرد کو راس نہ آئے گی زندگی
جب تک جنوں ہے مشعلِ ایماں لیے ہوئے

ہوں اُن کے سامنے مگر اُن پر نظر نہیں
سعیِ طلب ہے عزمِ گریزاں لیے ہوئے

دل کو سکونِ پستیِ ساحل سے کیا غرض
ہر عزم ہے بلندیِ طوفاں لیے ہوئے

گلشن کے دل میں آج بھی محفوظ ہیں وہ پھول
مرجھا گئے جو داغِ بہاراں لیے ہوئے

آ ہی گئے وہ عرضِ ندامت کو اے شکیل
لعلیں لبوں پہ خندۂ گریاں لیے ہوئے

☆

گلشن ہو پھر تصرفِ دورِ خزاں سے دور
یہ مرحلہ نہیں مرے عزمِ جواں سے دور

ہو کیوں حدیثِ دردِ محبت زباں سے دور
رہتا ہے رازِ دل بھی کہیں رازداں سے دور

جائے کوئی کہاں درِ میخانہ چھوڑ کر ؟
خلدِ بریں ہے جنتِ اربابِ جاں سے دور

تفریقِ رہروانِ محبت تو دیکھیے
کچھ کارواں کے ساتھ ہیں، کچھ کارواں سے دور

اے دل خیالِ ترکِ تمنا بجا سہی
لیکن یہاں کی بات نہ جائے یہاں سے دور

مجبوریِ مسرتِ بے کیف کی قسم
فصلِ بہار رہ نہ سکے گی خزاں سے دور

فانی کے شعر سن کے شکیل اس زمین میں
ذوقِ سخن ہے جرأتِ عرضِ بیاں سے دور

☆

دھندلی دھندلی فضا، نہ صبح نہ شام
ھائے کم بخت زندگی کا نظام

دیدہ و دل ھیں خوگرِ آلام
تیرے قربان، ساقیا! اک جام

حسن کی چشمِ اوّلیں کی قسم
عشق نے پا لیا خود اپنا مقام

قفسِ مرگِ بے اماں کی قسم
زندگی ھے فریبِ دانہ و دام

آپ نے کِس نظر سے دیکھا تھا
دل ابھی تک ھے موردِ الزام

☆

غمِ حیات بھی آغوشِ حسنِ یار میں ہے
یہ وہ خزاں ہے جو ڈوبی ہوئی بہار میں ہے

اثر شراب کا عہدِ وفائے یار میں ہے
قدم قدم پہ جو لغزش سی اعتبار میں ہے

شگفتگیِ دلِ کارواں کو کیا سمجھے
وہ اک نگاہ جو اُلجھی ہوئی بہار میں ہے

شکستِ حوصلہٗ ضبطِ غم مجھے منظور
چلے بھی آؤ کہ دل کب سے انتظار میں ہے

یہ اضطراب کا عالم، یہ شوقِ بے پایاں
شکیلؔ آج بلا شبہ کوئے یار میں ہے

☆

شب کی بہار ، صبح کی نُدرت نہ پوچھیے
کتنا حسیں ہے خوابِ محبت نہ پوچھیے

پھولوں کی غم رسیدہ مسرت نہ پوچھیے
ظاہر میں خندہ زن ہیں ، حقیقت نہ پوچھیے

وہ دن گئے کہ تھی مجھے پُرسش کی آرزو
محجوب ہو کے اب مری حالت نہ پوچھیے

ہاتھوں سے دل کے چھوٹ گیا دامنِ امید
کیا مل گیا جوابِ شکایت ، نہ پوچھیے

یوں دیکھتے ہیں جیسے ادھر دیکھتے نہیں
اس لُطفِ بے طلب کی نزاکت نہ پوچھیے

☆

جل کے اپنی آگ میں خود صورتِ پروانہ ھم
بن گئے ھم رشتۂ خاکِ درِ جانانہ ھم

دیکھیے کس راہ لے جائے سکوں کی جستجو
چل تو نکلے ھیں بہ یک اندازِ بیتابانہ ھم

حالِ دل ، احوالِ غم ، شرحِ تمنا ، عرضِ شوق
بے خودی میں کہہ گئے افسانہ در افسانہ ھم

فرصتِ یک لمحہ دے دیتی جو فکرِ روزگار
یاد کر لیتے کوئی بھولا ھؤا افسانہ ھم

جب جفاؤ جور بھی جُزوِ محبت ھیں شکیلؔ
کس لیے رھتے جفاؤ جور سے بیگانہ ھم ؟

☆

نالہ و آہ بے بہ بے ، اے دلِ زار تا بہ کے
جس کا تجھے خیال ھے ، اس کو تری خبر بھی ھے ؟

☆

اب وہ خود محوِ علاجِ دردِ پنہاں ہوگئے
اے خوشا قسمت کہ پھر جینے کے ساماں ہوگئے

سوچ تو لیتے کہ آئینے میں کس کا عکس ہے
اك ذرا سی بات پر اس درجہ حیراں ہوگئے

دید کے قابل ہے فیضِ رہ نوردانِ جنوں
خار دامن سے اُلجھ کر گل بداماں ہوگئے

صدقۂ جاں سوزیِ فرقت کو مجھ پر بار تھا
میری حالت دیکھ کر تم کیوں پریشاں ہوگئے

حضرتِ واعظ جہاں کی لذتوں سے کیوں ہو دور
یہ فرشتہ خصلتی کیسی ، جب انساں ہوگئے

عہدِ فردا اك بہانہ ہی سہی ، لیکن شکیل
اس بہانے سے سکونِ دل کے ساماں ہوگئے

☆

مستِ جمالِ یار کو واقفِ حال کردیا
اے غمِ زیست مرحبا تونے کمال کردیا

دامنِ حُسنِ یار میں دیکھ کے دولتِ ستم
اہل ہوس تو چُپ رہے میں نے سوال کردیا

میں تو بہ جرأتِ تمام عشق کا زور دیکھتا
وہ تو غم حیات نے مجھ کو نڈھال کردیا

تحفۂ گُل کی آڑ میں سیکڑوں خار بھر دیے
اُس کو بہار کیا کہیں جس نے یہ حال کردیا

عشرتِ خام کے خلاف کرتے رہے جہاد ہم
بزمِ طرب جہاں سجی ذکرِ ملال کردیا

تجھ کو نہ کیوں میں ساقیا ”مفتیٔ میکشاں“ کہوں
ایک حرام چیز کو تونے حلال کردیا

ناظمِ بزم زندگی تیرے کرم کا شکریہ
دے کے ہزار درد و غم مجھ کو نہال کردیا

آہ وہ دورِ عاشقی جس کو بیک نفس شکیل
گردشِ روزگار نے خواب و خیال کردیا

☆

عشق کی چنگاریوں کو پھر ہوا دینے لگے
میرے پاس آ کر وہ دشمن کو دعا دینے لگے

مےکدے کا مےکدہ خاموش تھا میرے بغیر
میں ہؤا وارد تو پیمانے صدا دینے لگے

ختم کرنا ہی پڑیں گی شامِ غم کی اُلجھنیں
اب وہ اپنے گیسوؤں کا واسطہ دینے لگے

اعترافِ اوج کا جذبہ نہیں احباب میں
ہر ترقی پر ترقی کی دعا دینے لگے

دوستوں کی کج ادائی میں بھی لذّت ہے شکیل
دوست وہ ہے دوست بن کر جو دعا دینے لگے

☆

ناصح کو ذوقِ مشغلۂ وعظ و پند ہے
فضلِ خدا سے وہ بھی ترقی پسند ہے

اندر جو جائیے تو وہی جشنِ مےکشی
باہر جو دیکھیے در مے خانہ بند ہے

تعمیر زندگی ہو کہ تشکیلِ کائنات
ہر حسن، حسنِ یار کا احسان مند ہے

اپنے سوا کسی کو بھی دادِ ہنر نہ دی
انساں ہے جس کا نام بڑا خود پسند ہے

دکھلائیے نہ دور کے پرچم کی رفعتیں
تبلیغ کیجیے کہ محبت بلند ہے

با وصفِ احترام غمِ زندگی شکیل
میں کیا کروں مجھے غم جاناں پسند ہے

☆

نئے باغباں نے چمن بیچ ڈالا
گھٹا دیکھ کر حسنِ ظن بیچ ڈالا

مقدّر میں مٹ کر بھی عریانیاں تھیں
جنازے خریدے کفن بیچ ڈالا !

جنوں جس کو دنیا سے منوا رہا تھا
خرد نے وہی علم و فن بیچ ڈالا

زمانے سے چھپ کر کیے تن کے سودے
ہوس نے ستایا تو من بیچ ڈالا

درِ خسروی کی غلامی تو لے لی
مگر جذبۂ کوہکن بیچ ڈالا !

☆

جینے والے قضا سے ڈرتے ہیں
زہر پی کر دوا سے ڈرتے ہیں

تجھ کو آواز دیں یہ تاب کہاں!
ہم خود اپنی صدا سے ڈرتے ہیں

زاہدوں کو کسی کا خوف نہیں
صرف کالی گھٹا سے ڈرتے ہیں

آپ جو کچھ کہیں، ہمیں منظور
نیک بندے خدا سے ڈرتے ہیں

شعلۂ آشیاں کی فکر نہیں
ہم تو موجِ ہوا سے ڈرتے ہیں

دشمنوں کے ستم کا خوف نہیں
دوستوں کی وفا سے ڈرتے ہیں

عزم و ہمّت کے باوجود شکیل
عشق کی ابتدا سے ڈرتے ہیں

☆

زمیں پر فصلِ گُل آئی ، فلک پر ماهتاب آیا
سبھی آئے مگر کوئی نہ شایانِ شباب آیا

مرا خط پڑھ کے بولے نامہ بر سے ، جا ، خدا حافظ !
جواب آیا مری قسمت سے ، لیکن لاجواب آیا

اُجالے گرمئ رفتار کا ہی ساتھ دیتے ہیں
بسیرا تھا جہاں اپنا وہیں تک آفتاب آیا

شکیل اپنے مذاقِ دید کی تکمیل کیا ہوتی
اِدھر نظروں نے ہمت کی اُدھر رُخ پر نقاب آیا

☆

جنگ ہے جیسے مرگِ محبت
امن ہے جیسے رقصِ غزالاں

خاور

☆

جلوۂ حسنِ کرم کا آسرا کرتا ہوں میں
جو خطا ممکن ہے مجھ سے بے خطا کرتا ہوں میں

جب صبوحی لے کے وردِ مرحبا کرتا ہوں میں
زندگی کو نیند سے چونکا دیا کرتا ہوں میں

وہ بھی کیا دن تھے کہ تھا پینے پلانے ہی سے کام
ہائے اب چار آنسوؤں پر اکتفا کرتا ہوں میں

دیکھنے والے مری خاموشیٔ لب کو نہ دیکھ
آنکھوں آنکھوں میں فسانہ کہہ دیا کرتا ہوں میں

دل لرز جاتا ہے سن کر ہر ستارے کا شکیل
چاند سے تنہائیوں میں کچھ کہا کرتا ہوں میں

☆

ناکام عرضِ شوق کی جرأت ہے کیا کروں
دل خود ہی پردہ دارِ محبت ہے کیا کروں

شوقِ طوافِ کوئے محبت ہے کیا کروں
ان گردشوں پہ اور یہ حسرت ہے کیا کروں

دیکھوں انہیں تو تابِ نظارہ نہیں مگر
ان کو نہ دیکھنا بھی قیامت ہے کیا کروں

گو دل شکن ہیں ان کی تغافل شعاریاں
اس پر بھی مجھ کو ان سے محبت ہے کیا کروں

جاتا ہوں روز ان کی طرف دل بکف شکیل
کم بخت آج تک وہی عادت ہے کیا کروں

☆

چاندنی میں رُخِ زیبا نہیں دیکھا جاتا
ماہ و خورشید کو یکجا نہیں دیکھا جاتا

یوں تو ان آنکھوں سے کیا کیا نہیں دیکھا جاتا
ہاں مگر اپنا ہی جلوا نہیں دیکھا جاتا

ضبطِ غم ، ہاں وہی شکوؤں کا تلاطم اک بار
اب تو سوکھا ہؤا دریا نہیں دیکھا جاتا

زندگی آ تجھے قاتل کے حوالے کردوں
مجھ سے اب خونِ تمنا نہیں دیکھا جاتا

اب تو جھوٹی بھی تسلی بسر و چشم قبول
دل کا رہ رہ کے تڑپنا نہیں دیکھا جاتا

☆

پھر چاہتا ہوں اک المِ تازہ تر شکیل
پھر دل کو جستجوئے مسرت ہے آج کل

☆

جب کبھی ہم ترے کوچے سے گزر جاتے ہیں
لوحِ ادراک پہ کچھ نقش اُبھر جاتے ہیں

حُسن سے لیجیے تنظیمِ دو عالم کا سبق
صبح ہوتی ہے تو گیسو بھی سنور جاتے ہیں

ہم نے پایا ہے محبت کا خُمارِ ابدی
کیسے ہوتے ہیں وہ نشّے جو اُتر جاتے ہیں

اتنے خائف ہیں مے و مُل سے جنابِ واعظ
نام کوثر بھی جو سنتے ہیں تو ڈر جاتے ہیں

مے کدہ بند، مقفّل ہیں درِ دیر و حرم!
دیکھنا ہے کہ شکیل آج کدھر جاتے ہیں

☆

نغمہ٘ عشق سناتا ہوں میں اس شان کے ساتھ
رقص کرتا ہے زمانہ مرے وجدان کے ساتھ

ہے میرا ذوقِ جنوں کفر و خرد کی زد میں
اے خُدا اب تو اٹھا لے مجھے ایمان کے ساتھ

دل بنا دوست تو کیا کیا نہ ستم اس نے کیے
ہم بھی دانا تھے نبھاتے رہے نادان کے ساتھ

داغ ماتھے پہ چلے شیخ و برھمن لے کر
آئے تھے دیر و حرم تک بڑے ارمان کے ساتھ

غمِ جاناں ، غمِ ہستی ، غمِ حالات شکیلؔ
کیا کہوں کتنی بلائیں ہیں مری جان کے ساتھ

☆

تم نے یہ کیا ستم کیا ضبط سے کام لے لیا
ترکِ وفا کے بعد بھی میرا سلام لے لیا

رندِ خراب نوش کی بے ادبی تو دیکھیے
نیتِ مےکشی نہ کی ، ھاتھ میں جام لے لیا

ھائے وہ پیکرِ ھوس آہ وہ خوگرِ قفس
بیچ کے جس نے آشیاں حلقۂ دام لے لیا

بادہ کشانِ عشق کو کچھ تو ملا پئے سکوں
حسنِ سحر نہ لے سکے ، جلوۂ شام لے لیا

نامۂ شوق پڑھ کے وہ کھو گئے یک بیک شکیل
منہ سے تو کچھ نہ کہہ سکے ، دل سے پیام لے لیا

☆

غمِ جہاں کے فسانے تلاش کرتے ہیں
یہ فتنہ گر تو بہانے تلاش کرتے ہیں

ربابِ امن و سکوں کے حسیں تاروں میں
شکستِ دل کے ترانے تلاش کرتے ہیں

یہ انتہا ہے جنونِ ہوس پرستی کی
پرائے گھر میں خزانے تلاش کرتے ہیں

نئے نظام کی بنیاد توڑنے کے لیے
وفا شعار پرانے تلاش کرتے ہیں

ستم نواز دلوں کو جو ساز گار نہ ہو
شکیل ہم وہ زمانے تلاش کرتے ہیں

☆

صہبائے غرض تھی شعلہ ِفشاں اس درجہ ہر اک پیمانے میں
مےخوار بھی توبہ کر بیٹھے جب کچھ نہ ملا مےخانے میں

جھنکار کے نازک نشتر سے کٹ جائیں گی غم کی زنجیریں
کہہ دو کہ محبت رقص کرے دنیا کے سیاست خانے میں

زندہ ہے جنوں کی گرمی سے انسان کی رُوحِ آزادی
شعلوں پہ نہ پانی پھر جائے آئی ہے گھٹا ویرانے میں

کچھ کھو بھی گئے کچھ مٹ بھی گئے کچھ لوحِ خرد پر باقی ہیں
وہ نام جو شامل ہو نہ سکے اے عشق ترے افسانے میں

تابندہ رہے ایمان شکیل اس کو ہی عبادت کہتے ہیں
سجدے کے لیے کچھ قید نہیں کعبے میں ہو یا بُت خانے میں

☆

صداقت آج کل ہم پایۂ تقصیر دیکھی ہے
جو منصف ہیں انہیں کے پاؤں میں زنجیر دیکھی ہے

گروہِ چارہ سازانِ غمِ دل اے معاذاللہ
زباں پر «یا محبت» ہاتھ میں شمشیر دیکھی ہے

نہ جانے کون خوش قسمت غمِ دوراں سے بچ نکلا
درِ زنداں پہ اک ٹوٹی ہوئی زنجیر دیکھی ہے

اجالا ہو گیا کچھ اور جب شمعیں ہوئیں یکجا
مری آنکھوں نے آج اس خواب کی تعبیر دیکھی ہے

نہ کیوں فصلِ بہاراں کو ترا پیغام بر سمجھوں
چمن میں پتّے پتّے پر تری تحریر دیکھی ہے

ہمارے گھر وہ آئے ہیں مگر ہم گھر سے باہر ہیں
شکیل اس رنگ میں بھی گردشِ تقدیر دیکھی ہے

☆

کوئی آرزو نہیں ہے کوئی مدعا نہیں ہے
ترا غم رہے سلامت مرے دل میں کیا نہیں ہے

کہاں جامِ غم کی تلخی کہاں زندگی کا درماں
مجھے وہ دوا ملی ہے جو مری دوا نہیں ہے

تو بچائے لاکھ دامن مرا پھر بھی ہے یہ دعویٰ
ترے دل میں میں ہی میں ہوں کوئی دوسرا نہیں ہے

تمہیں کہہ دیا ستم گر، یہ قصور تھا زباں کا
مجھے تم معاف کردو، مرا دل برا نہیں ہے

مجھے دوست کہنے والے ذرا دوستی نبھا لے
یہ مطالبہ ہے حق کا کوئی التجا نہیں ہے

یہ اداس اداس چہرے یہ حسیں حسیں تبسم
تری انجمن میں شاید کوئی آئینہ نہیں ہے

مری آنکھ نے تجھے بھی بہ خدا شکیل پایا
میں سمجھ رہا تھا مجھ سا کوئی دوسرا نہیں ہے

☆

کیا غمِ هستی کیا غمِ جاناں
کون نہیں ہے شعلہ بداماں

نظمِ دو عالم، گیسوئے جاناں
یه بهی پریشاں، وہ بهی پریشاں

کون ہے مجرم ترکِ وفا کا ؟
آپ بهی نادم، ہم بهی پشیماں

اب جو کروں اظہارِ تمنّا
ہاتھ تمہارا، میرا گریباں

عشق کو دنیا کھیل نہ سمجھے
کام ہے مشکل، نام ہے آساں

واہ رے زاہد تیری دو رنگی
دن کو فرشته، رات کو انساں

جنگ ہے جیسے مرگِ محبت
امن ہے جیسے رقصِ غزالاں

☆

حریفِ سکوں دردِ دل ہو گیا ہے
غمِ عارضی مستقل ہو گیا ہے

جھکا ہے ترے در پہ جو بھی فرشتہ
وہی پیکرِ آب و گِل ہو گیا ہے

نہ جانے محبت کا انجام کیا ہو
کئی دن سے دل مضمحل ہو گیا ہے

مرا سوزِ حرمان و رنگِ پریدہ
ترے حُسن میں منتقل ہو گیا ہے

وہیں بجھ گئے ہیں جہنم کے شعلے
گُناہ گار جب مُنفعل ہو گیا ہے

☆

تہمتِ آب و گل اٹھا نہ سکی
زندگی ، زندگی کو پا نہ سکی

عقل نے بھی جنوں کا روپ بھرا
لیکن اس رُوپ کو نبھا نہ سکی

ربطِ باھم تو دیکھیے کہ بہار
آن سے پہلے چمن میں آ نہ سکی

ھائے وہ بدنصیب پروانے
شمع جن کو کبھی جلا نہ سکی

روح جب تک ہوئی نہ ہم آواز
زندگی سازِ نَو پہ گا نہ سکی

کتنی وسعت ہے دو جہاں میں شکیل
میری ہستی مگر سما نہ سکی

☆

قاتل کو ہے زعمِ چارہ گری اب دردِ نہاں کی خیر نہیں
وہ مجھ پہ کرم فرمانے لگے ، شاید مری جاں کی خیر نہیں

آترا وہ خمارِ بادۂ غم ، رندوں کو ہؤا ادراکِ ستم
کھلنے کو ہے میخانہ کا بھرم ، اب پیرِ مغاں کی خیر نہیں

اب تک تو کرم کی نظروں نے ہر فتنۂ دوراں روک لیا
اب دوش پہ زلفیں برہم ہیں ، اب نظمِ جہاں کی خیر نہیں

سوچا ہے شکیلؔ ان کے دل کو میں فتح کروں گا سجدوں سے
یا میری جبیں کی خیر نہیں یا کوئے بتاں کی خبر نہیں

☆

مناظر تھے جو فردوسِ تصوّر
وہ سب مستور ہوتے جا رہے ہیں

فراق و ہجر کے تاریک لمحے
سراپا نور ہوتے جا رہے ہیں

☆

اے محبت ترے انجام پہ رونا آیا
جانے کیوں آج ترے نام پہ رونا آیا

یوں تو ہر شام امیدوں میں گزر جاتی تھی
آج کچھ بات ہے جو شام پہ رونا آیا

کبھی تقدیر کا ماتم کبھی دنیا کا گلہ
منزلِ عشق میں ہر گام پہ رونا آیا

مجھ پہ ہی ختم ہؤا سلسلۂ نوحہ گری
اس قدر گردشِ ایّام پہ رونا آیا

جب ہؤا ذکر زمانے میں مسرت کا شکیل
مجھ کو اپنے دلِ ناکام پہ رونا آیا

☆

لاکھ دستورِ وفا دنیا سے اٹھتا جائے ہے
آج بھی لیکن کوئی انساں نظر آجائے ہے

گاہے گاہے دیکھتے ہیں وہ محبت سے مجھے
رفتہ رفتہ زندگی کا راز کھلتا جائے ہے

بھول جاتا ہوں غمِ دوراں کو دم بھر کے لیے
جب کوئی زہرہ جبیں میرے قریب آ جائے ہے

ق

عشق تو ہو ہی چکا تھا غرقِ طوفانِ حیات
حسن بھی موجِ غمِ ہستی میں ڈوبا جائے ہے

ہیں وہی گیسو مگر پہلی سی وہ خوشبو نہیں
ہیں وہی عارض مگر کچھ رنگ اڑتا جائے ہے

☆

کیا کیجیے شکوہ دوری کا ملنا بھی غضب ہوجاتا ہے
جب سامنے وہ آجاتے ہیں احساسِ ادب ہوجاتا ہے

دنیا بھی آسی کم ہمت کو دیتی ہے سزائیں جینے کی
دنیا کے ستم سے تنگ آ کر جو شکوہ بہ لب ہوجاتا ہے

ہے جو بھی مسرت کا طالب آجائے وہ غم کی محفل میں
ملتے ہیں جہاں اربابِ الم ، اك جشنِ طرب ہوجاتا ہے

ہنگامۂ عالم میں یوں تو ہیں امن و محبت کے چرچے
لیکن کوئی کارِ حرص و ہوس نفرت کا سبب ہوجاتا ہے

بے تاب نظر کی شوخی نے جلووں کا تکلف چھین لیا
پردے بھی شکیل آٹھ جاتے ہیں، دیدار بھی اب ہوجاتا ہے

☆

معلوم ہے دل کی فتنہ گری ، پھر بھی تو نبھانا پڑتا ہے
اس عشق میں اکثر دشمن کو سینے سے لگانا پڑتا ہے

☆

ضبط کا خُوگر ہے دل، اُن کی توجہ کم سہی
زندگی میں غم ہیں لاکھوں، ایک یہ بھی غم سہی

غور سے سُن لیں مکینِ جنّتِ آسودگاں
گر بھی جاتے ہیں مکاں، بنیاد مستحکم سہی

آپ خونِ عشق کا الزام اپنے سر نہ لیں
آپ کا دامن سلامت، اپنے قاتل ہم سہی

ہم ہی غافل ہیں ادائے شکر سے اے بے نیاز
تیری رزّاقی بقدرِ جرعۂ شبنم سہی

ہم نہیں اے ہم نشیں منت کشِ فصلِ بہار
ہے شگفتِ گُل سے مطلب، کوئی بھی موسم سہی

جن کو اُٹھنا ہے وہ اُٹھ جاتے ہیں چپکے سے شکیل
بعد اُن کے بزم میں گریہ سہی، ماتم سہی

☆

کیا ہؤا جو خضر ہم کو راہ دکھلاتے رہے
ہم تو منزل پر بھی آ کر ٹھوکریں کھاتے رہے

عزمِ محکم کی بدولت دل رہا ثابت قدم
سیکڑوں طوفان اس ساحل سے ٹکراتے رہے

ہائے وہ تیری نوازش ، اے نگاہِ اوّلیں
زندگی بھر بے قراری کے مزے آتے رہے

ہر سیاست اوج پا کر نقشِ فانی بن گئی
عشق کی زندہ حقیقت لوگ دہراتے رہے

مطلعِ ہستی ضیائے امن سے خالی رہا
دو ستارے عمر بھر آپس میں ٹکراتے رہے

کر سکے نباضِ ہستی بھی نہ تعمیرِ حیات
گرمیِ الفاظ سے محفل کو گرماتے رہے

بے طلب کچھ بھی نہ پایا بارگاہِ حُسن سے
بھیک قسمت میں لکھی تھی ، ہاتھ پھیلاتے رہے

زندگی گزری تھی اپنی دورِ ظلمت میں شکیل
پھر بھی اربابِ نظر کو ہم نظر آتے رہے

☆

نالہ مرا حدودِ اثر تک پہنچ گیا
اُن کا بھی ہاتھ اُن کے جگر تک پہنچ گیا

جلوے تمام اہلِ بصیرت نے چن لیے
جو بچ گیا وہ میری نظر تک پہنچ گیا

منزل کے خواب دیکھنے والے تو سو گئے
میں شام سے چلا تو سحر تک پہنچ گیا

ہنستی، قضا مری، مجھے مایوس دیکھ کر
اچھا ہؤا کہ میں ترے در تک پہنچ گیا

انسان کل تو عرش سے اونچا تھا اے شکیلؔ
آج اتنا گھٹ گیا کہ قمر تک پہنچ گیا

☆

خود داریوں کی موت سمجھنا انہیں شکیلؔ
حاصل ہوں نعمتیں جو بڑی التجا کے بعد

☆

آج پھر گردشِ تقدیر پہ رونا آیا
دل کی بگڑی ہوئی تصویر پہ رونا آیا

عشق کی قید میں اب تک تو امیدوں پہ جیے
مٹ گئی آس تو زنجیر پہ رونا آیا

کیا حسیں خواب محبت نے دکھایا تھا ہمیں
کُھل گئی آنکھ تو تعبیر پہ رونا آیا

پہلے قاصد کی نظر دیکھ کے دل سہم گیا
پھر تری سرخیِ تحریر پہ رونا آیا

دل گنوا کر بھی محبت کے مزے مل نہ سکے
اپنی کھوئی ہوئی جاگیر پہ رونا آیا

کتنے مسرور تھے جینے کی دعاؤں پہ شکیل
جب ملے رنج تو تاثیر پہ رونا آیا

☆

یہ کیا خلفشارِ جہاں ہے جس میں
نہ جینا سکوں سے، نہ مرنا سکوں سے

بنے آتشِ عشق گُلزار کیوں کر؟
ہر اک سینہ خالی ہے سوزِ دروں سے

☆

مرے پُر مذاق فقرے مرے کام آ گئے ہیں
کہ ہنسی ہنسی میں اکثر وہ شکست کھا گئے ہیں

یہ گریز پا توجہ ، یہ ندامتوں کا عالم
کبھی سامنا ہؤا ہے تو نظر بچا گئے ہیں

جو نہاں ہیں دل میں نالے، وہ تو روک لوں میں ناصح
مگر اُن کو کیا کروں میں جو زباں پہ آ گئے ہیں؟

بڑے کارساز نکلے غمِ عاشقی کے شعلے
جو بچا رہے تھے دامن وہی زد میں آ گئے ہیں

مجھے کر دیا ہے جب بھی غمِ زیست نے پریشاں
وہ شکیل مسکرا کر مرا دل بڑھا گئے ہیں

☆

مہرباں ہو کے مل گئے وہ گلے
اب اندھیرا نہیں چراغ تلے

آنچ آنے نہ دوں گا گُلشن پر
آشیانہ مرا رہے کہ جلے

☆

اے حُسنِ خود بیں تیری دھائی
آئینہ اپنا ، صورت پرائی

بن ٹھن کے آئے وہ انجمن میں
اللہ جانے اب کس کی آئی

ھم سے تو اچھے نالے ھیں اپنے
ھے اُن کے در تک جن کی رسائی

سنتے ھیں اکثر ، وہ دل سے گزرے
ھم نے تو کوئی آھٹ نہ پائی

اللہ رے اپنی شرحِ محبت
دنیا نے سُن لی ، لب تک نہ آئی

ماتم نہ کیجے شمعِ سحر کا
جس نے جلائی اُس نے بجھائی

دن ھیں شکیل اب ترکِ طلب کے
اُن کی نوازش ھے انتہائی

☆

اس درجہ بدگماں ہیں خلوصِ بشر سے ہم
اپنوں کو دیکھتے ہیں پرائی نظر سے ہم

وہ مل گئے تو اپنا ہی دھوکا ہؤا ہمیں
آئینہ آج دیکھ کے نکلے تھے گھر سے ہم

غنچوں سے پیار کرکے یہ عزّت ملی ہمیں
چومے قدم بہار نے، گزرے جدھر سے ہم

واللہ تجھ سے ترکِ تعلق کے بعد بھی
اکثر گزر گئے ہیں تری رہ گزر سے ہم

صدق و صفائے قلب سے محروم ہے حیات
کرتے ہیں بندگی بھی جہنم کے ڈر سے ہم

رہ رہ کے دیکھتے ہیں تمھیں کو، خطا معاف
مجبور ہوگئے ہیں مذاقِ نظر سے ہم

عقبیٰ میں بھی ملے گی یہی زندگی شکیل
مرکر بھی چھٹ نہ پائیں گے اس دردِ سر سے ہم

☆

غم سے کہاں اے عشق مفر ہے
رات کٹی تو صبح کا ڈر ہے

ترکِ وفا کو مدت گزری
آج بھی لیکن دل پہ اثر ہے

آئینے میں جو دیکھ رہے ہو
یہ بھی ہمارا حُسنِ نظر ہے

غم کو خوشی کی صورت بخشی
اس کا بھی سہرا آپ کے سر ہے

تم ہو مسیحا، تم ہی سمجھ لو
میں کیا جانوں درد کدھر ہے

ق

آج بہ فیضِ نکتہ شناساں
تنگ ادب کی راہ گزر ہے

پھر بھی شکیل، اس دور میں پیارے
صاحبِ فن ہے، اہلِ ہُنر ہے

☆

زنــدگی کا درد لے کر انـقـلاب آیا تو کیا
ایک دوشـیزہ پـہ غربت میں شبـاب آیا تو کیا

تشنـہِ انـوار ہے اب تک عــروسِ زنــدگی
بـادلوں کی پـالــکی میں آفـتــاب آیا تو کیا

اب تو آنکھوں پر غمِ ہستی کے پردے پڑ گئے
اب کوئی حُسنِ مجُسم بے نقــاب آیا تو کیا

پھر وہی جہدِ مسلسل، پھر وہی فکرِ معاش
مــنزلِ جانــاں سے کوئی کامیــاب آیا تو کیا

لطف تجلّی سے مُنوّر کیجیے قصرِ حیــات
ہر تجلّی پر دلِ خانــہ خــراب آیا تو کیا

بات جب ہے غم کے ماروں کو جِلادے اے شکیل
تُو یہ زنــدہ میتیں مٹّی میں داب آیا تو کیا

☆

رفتــہ رفتــہ بجھتا جاتا ہے چراغِ آرزو
پہلے دل خاموش تھا، اب زندگی خاموش ہے

مجھ کو طوفانِ حوادث کی نہیں پروا شکیل
میری ہستی ابتدا ہی سے تلاطم کوش ہے

☆

رنگ لائے غمِ دوراں تو مزہ آ جائے
وہ بھی ہو جائیں پریشاں تو مزہ آ جائے

تو سمجھتا ہے جسے بابِ نشیمن اے دوست
وہ بھی نکلے درِ زنداں تو مزہ آ جائے

ذکر کرتے ہیں بہاروں کا بہت اہلِ خرد
تھام لے کوئی گریباں تو مزہ آ جائے

ہے بہت ناز تمہیں اپنی نگاہوں پہ شکیل
دیکھ لو جلوۂ جاناں تو مزہ آ جائے

☆

اہانتِ دلِ صبر آزما نہیں کرتے
بلند ہم کبھی دستِ دعا نہیں کرتے

وہ بات اُن کی نگاہیں بتائے دیتی ہیں
جسے وہ اپنی زباں سے ادا نہیں کرتے

امیدِ عہدِ وفا اور ان بتوں سے شکیل
جو بھول کر بھی کسی سے وفا نہیں کرتے

☆

دل لذتِ نگاہِ کرم پا کے رہ گیا
کتنا حسین خواب نظر آ کے رہ گیا

میرے دلِ تباہ کا عالم نہ پوچھیے
اک پھول تھا جو کھلتے ہی مرجھا کے رہ گیا

بیگانہ وار جب وہ گزرتے چلے گئے
کچھ بے قرار دل مجھے سمجھا کے رہ گیا

اُن کے حضور لب تو مکرر نہ کھل سکے
رُودادِ غم نگاہ سے دھرا کے رہ گیا

یوں ختم داستانِ محبت ہوئی شکیل
جیسے کوئی حسین غزل گا کے رہ گیا

☆

لطفِ نگاہِ ناز کی تہمت اٹھائے کون
کچھ دیر کی بہار کو خاطر میں لائے کون

مانا حریمِ ناز کے پردوں میں ھے کوئی
لیکن حریمِ ناز کے پردے اٹھائے کون

پڑ جائے لاکھ وقت، مگر یہ نہیں قبول
میں دیکھتا رہوں کہ مرے کام آئے کون

کیسی بہار، کس کے ستارے، کہاں کے پھول ؟
جب تم نہیں تو دیدہ و دل میں سمائے کون

ذوقِ عمل نہ ذوقِ جنوں، ہر طرف سکوں
جنت اگر یہی ھے تو جنت میں جائے کون

محفل میں کوئی سوختہ جاں ھی نہیں شکیل
سوز و گدازِ شمع پر آنسو بہائے کون

☆

کسی کو جب نگاہوں کے مقابل دیکھ لیتا ہوں
تو پہلے سر جھکا کر دل کی حالت دیکھ لیتا ہوں

مآلِ جستجوئے ذوقِ کامل دیکھ لیتا ہوں
اٹھاتے ہی قدم آثارِ منزل دیکھ لیتا ہوں

میں، تجھ سے، اور لطفِ خاص کا طالب، معاذاللہ!
ستم گر اس بہانے سے ترا دل دیکھ لیتا ہوں

جو موجیں خاص کر چشم و چراغِ دامِ طوفاں ہیں
میں اُن موجوں کو ہم آغوشِ ساحل دیکھ لیتا ہوں

شکیل احساس ہے مجھ کو ہر اک موزوں طبیعت کا
غزل پڑھنے سے پہلے رنگِ محفل دیکھ لیتا ہوں

☆

ہنوز گردشِ دورِ حیات باقی ہے
گزار لیجیے، تھوڑی سی رات باقی ہے

انہیں یہ خوف کہ ہر بات مجھ سے کہہ ڈالی
مجھے یہ وہم، کوئی خاص بات باقی ہے

☆

قیدِ قفس میں مژدۂ فصلِ بہار کیا
آڑتی ہوئی خبر ہے، کریں اعتبار کیا

مایوسِ زندگی، المِ روزگار کیا
جینا تو خود ہی موت ہے، جینے سے عار کیا

پنہاں ہے قہقہوں میں صدائے شکستِ دل
دنیا اسی کا نام ہے پروردگار کیا؟

آئینۂ جمال ہے دنیائے رنگ و بُو
آغوشِ کائنات ہے آغوشِ یار کیا؟

وعدے اور اعتبار میں ہے ربطِ باہمی
اس ربطِ باہمی کا مگر اعتبار کیا

زخمِ نگاہ ناز سلامت رہے شکیل
سو بار مسکرائیں گے ہم، ایک بار کیا

☆

مجھ رہ نوردِ شوق کو دیکھا نہ مڑ کے بھی
یارانِ تیزگام کو بس دور سے سلام

☆

کشکمشِ حیات کو جزوِ حیات پا کے ہم
ہر غمِ بے پناہ پر رہ گئے مسکرا کے ہم

جذب اُنہیں میں ہو گئے، اُن کے حضور جا کے ہم
اپنی نظر سے کھو گئے، اُن سے نظر ملا کے ہم

غم ہی سکون نواز تھا، غم ہی خوشی کا راز تھا
آہ کہ خوش نہ رہ سکے، غم سے نجات پا کے ہم

اُس نے مزاجِ یار کو زحمتِ برہمی نہ دی
شکر گزار کیوں نہ ہوں نالۂ نارسا کے ہم

تازہ بہ تازہ، نو بہ نو، اُف وہ فریب کاریاں
بیٹھ سکے نہ مطمئن، حُسن کو آزما کے ہم

☆

رات ہوئی، پیمانے چھلکے
خوشیاں اپنی، غم دشمن کے

عشق کی صہبا، یاد کا ساغر
خوب کٹیں گے دن ساون کے

☆

تصور میں آن سے ملاقات کیوں ہو ؟
نظارہ بقیدِ حجابات کیوں ہو ؟

نظر وقفِ شکر و شکایات کیوں ہو ؟
اُنہیں جس سے ضد ہے وہی بات کیوں ہو ؟

مجھے ظلمتِ ہجر پر ہے تعجب
جہاں دن نہ نکلے وہاں رات کیوں ہو ؟

وہ خود بھی ہیں جرمِ محبت میں شامل
خطا وار تنہا مری ذات کیوں ہو ؟

فریبِ وفا ، وعدہ ہائے مسلسل
مجھی پر یہ مشقِ عنایات کیوں ہو ؟

☆

داغ ماتھے پہ چلے شیخ و برھمن لے کر
آئے تھے دیر و حرم تک بڑے ارمان کے ساتھ

غمِ جاناں ، غمِ ہستی ، غمِ حالات ، شکیل
کیا کہوں ، کتنی بلائیں ہیں مری جاں کے ساتھ

☆

جز نغمۂ ربابِ وفا اور کچھ نہیں
ظالم شکستِ دل کی صدا اور کچھ نہیں

لذت یہی ، سرور یہی ، زندگی یہی
دل میں ہجومِ غم کے سوا اور کچھ نہیں

پس منظرِ چمن کو ذرا غور سے تو دیکھ
جز رنگ و بُو بہار میں کیا اور کچھ نہیں ؟

آئینۂ جمالِ حقیقت ہے کائنات
سب کچھ وہی ہیں ، اُن کے سوا اور کچھ نہیں

اب ہم ہیں اور میکدۂ حسن ، اے شکیل
شغل اپنا مے کشی کے سوا اور کچھ نہیں

☆

زندگی آن کی چاہ میں گزری
مستقل درد و آہ میں گزری

رحمتوں سے نباہ میں گزری
عمر ساری گناہ میں گزری

ہائے وہ زندگی کی اك ساعت
جو تری بارگاہ میں گزری

سب کی نظروں میں سر بلند رہے
جب تك آن کی نگاہ میں گزری

میں وہ اك رہروِ محبت ہوں
جس کی منزل بھی راہ میں گزری

اك خوشی ہم نے دل سے چاھی تھی
وہ بھی غم کی پناہ میں گزری

زندگی اپنی اے شکیل اب تک
تلخیِ رسم و راہ میں گزری

☆

رنگِ صنم کدہ جو ذرا یاد آ گیا
ٹوٹیں وہ بجلیاں کہ خدا یاد آ گیا

ہر چند دل کو ترکِ محبت کا تھا خیال
لیکن کسی کا عہدِ وفا یاد آ گیا

جیسے کسی نے چھین لی رنگینیِ بہار
کیا جانیے بہار میں کیا یاد آ گیا

اللہ رے ستم کہ انہیں مجھ کو دیکھ کر
سب کچھ محبتوں کے سوا یاد آ گیا

☆

دل میں کسی خلش کا گزر چاہتا ہوں میں
جیسی بھی ہو، بس ایک نظر چاہتا ہوں میں

پیہم غمِ فراق سے گھبرا گیا ہے دل
کچھ امتیازِ شام و سحر چاہتا ہوں میں

محتاجِ راہبر ہوں جہاں خضر تک شکیل
ایسی بھی کوئی راہ گزر چاہتا ہوں میں

☆

هم اُن کی انجمن کا سماں بن کے رہ گئے
سر تا قدم نگاہ و زباں بن کے رہ گئے

پلٹے مقدرات کچھ اس طور سے کہ ہم
تصویرِ انقلابِ جہاں بن کے رہ گئے

کیا دل نہ بن سکے گا، تری اک نگاہ سے
جب دم زدن میں کون و مکاں بن کے رہ گئے ؟

مظلوم دل کی تلخ نوائی تو دیکھنا
نغمے جو لب تک آئے فغاں بن کے رہ گئے

اب ہم ہیں اور حقیقتِ آلام، اے شکیل
لمحے خوشی کے خوابِ گراں بن کے رہ گئے

☆

ترا ہی عکس دیکھا صورتِ شمس و قمر میں نے
تجھی کو رو برو پایا بہ عنوانِ دگر میں نے

کیا ہوتا نہ آنکھوں کو غمِ ہستی میں تر میں نے
اگر پہچان لی ہوتی زمانے کی نظر میں نے

نہ تھے جب تم، لامحدود تھی تاریکیِ فرقت
تمہارے ساتھ ہی آتے ہوئے دیکھی سحر میں نے

قیامت تک نہ ہوگی ختم میری شرحِ دل ہم دم
اگر کہنے سے تیرے کر بھی دی مختصر میں نے

☆

تیری محفل میں باریابی ہے
بس یہی میری کامیابی ہے

دل کی نیرنگیاں، ارے توبہ!
آج زاہد ہے، کل شرابی ہے

ہے شکیل ایک شاعرِ فطرت
یہ نہ سمجھو تو انقلابی ہے

☆

ہر نفس اُن کا خیال آتا رہا
زندگی پر پھول برساتا رہا

عشق میں ثابت قدم رہ کر بھی میں
ہر قدم پر ٹھوکریں کھاتا رہا

اللہ اللہ ضبطِ غم کی دولتیں
عمر بھر کھوتا رہا، پاتا رہا

اُن کے اک عہدِ فریب انجام سے
زندگی بھر دل کو بہلاتا رہا

☆

مے کدے کا مے کدہ خاموش تھا میرے بغیر
میں ہؤا وارد تو پیمانے صدا دینے لگے

☆

تمہیدِ ستم اور ہے ، تکمیلِ جفا اور
چکھنے کا مزا اور ہے ، پینے کا مزا اور

دونوں ہی بِنائے جذب و کشش ہیں لیکن
نغموں کی صدا اور ہے ، نالوں کی صدا اور

اے فطرتِ غم! زیست ہی کیا کم تھی مصیبت ؟
نازل ہوئی اس پر یہ محبت کی بلا اور

ٹکرا کے وہیں ٹوٹ گئے شیشہ و ساغر
مےخواروں کے جھرمٹ میں جو ساقی نے کہا "اور"

وہ خود نظر آتے ہیں جفاؤں پہ پشیماں
کیا چاہیے اب تم کو شکیل اس کے سوا اور ؟

☆

طوفِ حرم نہ دَیر کی گہرائیوں میں ہے
جو لطف اُن کے در کی جبیں سائیوں میں ہے

ظاہر یہ کر رہی ہیں شبِ غم کی نزہتیں
کوئی چھپا ہؤا مری تنہائیوں میں ہے

دنیائے رنگ و بُو سے گزر کر پتہ چلا
پوشیدہ کوئی روح کی گہرائیوں میں ہے

پاتا ہوں اُن کو ہر نفسِ اضطراب میں
موجِ سکوں بھی درد کی انگڑائیوں میں ہے

میرا جنونِ شوق ہی کیوں ہو قصور وار ؟
شامل تری نگاہ بھی رسوائیوں میں ہے

اے شمعِ پُر غرور ، ذرا غور سے تو دیکھ !
یہ کس کی روشنی تری پرچھائیوں میں ہے ؟

اُس کے لیے شکیل خزاں کیا ، بہار کیا
ڈوبا ہؤا جو حسن کی رعنائیوں میں ہے

☆

ملا نہ رہروانِ سست گام کو ترا نشاں
نظر نظر میں رہ گئی اُلجھ کے گردِ کارواں

ترا جمال منکشف، سرِ مکان و لامکاں
مری نگاہ مضطرب؛ کبھی یہاں، کبھی وہاں

خیال آرزو میں گم، نگاہ جستجو میں گم
فریبِ چشم و دل ہیں سب، یقین و آگہی کہاں؟

ہو جس کو تابِ ضبطِ غم، وہ دل کہاں سے لاؤں میں؟
نفس نفس پہ مرحلے، قدم قدم پہ امتحاں

یہ عزمِ بال و پر لیے، چمن میں پھر رہا ہے کون؟
نہ خوفِ برق و باد ہے، نہ فکرِ سوزِ آشیاں

نوازشوں کی حد ہوئی، کرم کی انتہا ہوئی
نہ میں کسی پہ ملتفت، نہ کوئی مجھ پہ مہرباں

جنوں پہ ہو کے طعنہ زن، خرد نے کچھ کہا مگر
میں اپنی منزلوں کی سمت چل دیا رواں دواں

ترا جمالِ دل نشیں چراغِ بزمِ رنگ و بُو
مگر یہ کیا ہے مصلحت؟ کبھی عیاں، کبھی نہاں

اٹھا قدم، قدم اٹھا، شکیل دیکھ سامنے
وہ اڑ رہی ہے گرد سی، وہ جا رہا ہے کارواں

☆

لبِ خزاں نہ سہی ، غیرتِ بہار کرے
کوئی تو شکوہِ آلامِ روزگار کرے

غمِ حیات سے دل کو ابھی نجات نہیں
نگاہِ ناز سے کہہ دو کہ انتظار کرے

کہاں مسرتِ باطل ، کہاں حقیقتِ غمِ
خزاں کا ذکر نہ آوارہِ بہار کرے

شریکِ سازشِ حرماں خزاں سہی ، لیکن
اگر یہ جرم خزاں کی جگہ بہار کرے ؟

☆

لمحہ لمحہ بار ہے تیرے بغیر
زندگی دشوار ہے تیرے بغیر

دل کی بیتابی کا عالم کیا کہوں
ہر نفس تلوار ہے تیرے بغیر

آ مسیحا ، آ کہ اب تیرا شکیل
جان سے بیزار ہے تیرے بغیر

☆

جو ہے رائیگاں تری جستجو ، یہ مری نظر کی خطا نہیں
میں وہ گردِ راہِ مجاز ہوں جسے خود ہی اپنا پتہ نہیں

میں فریبِ مرگ سے دور ہوں ،کہ ترا ہی پرتوِ نُور ہوں
مری عُمرِ عمرِ دوام ہے ، مجھے اعتقادِ فنا نہیں

وہی ایک سجدہ ہے کارگر ، جو ہوفکر و ہوش سے ماوراء
وہ ہزار سجدے فضول ہیں جو رہینِ لغزشِ پا نہیں

میں شکیل دل کا ہوں ترجماں ، کہ مجنوں کا ہوں رازداں
مجھے فخر ہے مری شاعری مری زندگی سے جُدا نہیں

☆

اب تک وہی عالم ہے شکیل اپنے جنوں کا
صحرا میں ہوں لیکن گُلِ تر ڈھونڈ رہا ہوں

☆

رہِ تصور میں کھونے والے شبِ الم سازگار سمجھے
نظر کی موہوم تابشوں کو تجلّیِ حسنِ یار سمجھے

یہاں تو اک عمر حسرتوں میں گزار دی ہے، گزار دیں گے
یہ عہدِ فردا اسے مبارک، جو معنیِ اعتبار سمجھے

سمجھ سمجھ اے دلِ شکستہ، جنونِ تکمیل شوقِ بے جا
امیدِ لطف اس نگاہ سے کیا؟ جو ایک جنبش کو بار سمجھے۔

☆

اب تو خوشی کا غم ہے، نہ غم کی خوشی مجھے
بے حس بنا چکی ہے بہت زندگی مجھے

یوں دیجیے فریبِ محبت کہ عمر بھر
میں زندگی کو یاد کروں، زندگی مجھے

☆

پھر اٹھی دل میں اک موجِ شباب آہستہ آہستہ
پھر آیا زندگی میں انقلاب آہستہ آہستہ

یہ محفل زاھدانِ خشک کی محفل ھے اے رندو
ذرا اس بزم میں ذکرِ شراب آہستہ آہستہ

مری نظریں مجھی کو رفتہ رفتہ بھولے جاتی ھیں
ہوئے جاتے ھیں جلوے کامیاب آہستہ آہستہ

نہ کہیے ، ھاں نہ کہیے ، آپ کو مجھ سے محبت ھے
نگاھیں خود ھی دے دیں گی جواب آہستہ آہستہ

شکیل اس درجہ مایوسی شروعِ عشق میں کیسی ؟
ابھی تو اور ھونا ھے خراب آہستہ آہستہ

☆

مختصر داستانِ ھستی میں
تزکرے غم کے بار بار آئے

☆

شکوہِ اضطراب کون کرے
اپنی دنیا خراب کون کرے

گن تو لیتے ہیں انگلیوں پہ گناہ
رحمتوں کا حساب کون کرے

عشق کی تلخ کامیوں کے نثار
زندگی کامیاب کون کرے

ہم سے مے کش جو توبہ کر بیٹھیں
پھر یہ کارِ ثواب کون کرے۔

غرقِ جام و شراب ہو کے شکیل
شغلِ جام و شراب کون کرے

☆

افسردہ نہ ہو اے نگہہِ نازِ محبت
افشا ہؤا جاتا ہے ہر اك رازِ محبت

چھیڑا جو نگاہوں نے ذرا سازِ محبت
ہر ذرّے سے آنے لگی آوازِ محبت

دل مضطربِ شوق، نظر ساکت و خاموش
دیکھے تو کوئی حسن کے اندازِ محبت

وہ لاکھ فریبِ نگہ و دل سہی لیکن
آغازِ محبت ہے پھر آغازِ محبت

تخلیق شکیل اُس کی ہے بے معنی و مطلب
جس دل کو نہ ہو جستجوئے رازِ محبت

☆

دل ھی سوزِ دروں سے جل جاتا
کوئی ارمان تو نکل جاتا

ھے جو سب کچھ تو دل نہیں لگتا
کچھ نہ ھوتا تو دل بہل جاتا ؟

ھم خوشی سے جو تیرا غم سہتے
غم کا عنوان ھی بدل جاتا

جنبشِ یک نظر کی حسرت تھی
کوئی گرتا ھؤا سنبھل جاتا

تم نگاھیں چرا چرا لیتے
رنگِ محفل بدل بدل جاتا

☆

شاعرِ بزمِ عقل و ھوش ، ھاں کوئی نغمہِ سروش
دل کی صدا ھے کیوں خموش ، دل کی صدا کو کیا ھؤا ؟

یوں تو ھزار نقش ھیں صفحہِ کائنات پر
اس کا پتہ نہیں مگر ، نقشِ وفا کو کیا ھؤا ؟

☆

دل مرکزِ حجاب بنایا نہ جائے گا
اُن سے بھی رازِ عشق چھپایا نہ جائے گا

آنکھوں میں اشک ، قلب پریشان ، نظر اداس
اس طرح اُن کو چھوڑ کے جایا نہ جائے گا

وہ خود کہیں تو شرحِ محبت بیاں کروں
نغمہ بغیر ساز سنایا نہ جائے گا

بہتر یہی ہے ذکرِ محبت نہ چھیڑیے
نقشہ بگڑ گیا تو بنایا نہ جائے گا

دل کی طرف شکیل توجہ ضرور ہو
یہ گھر اُجڑ گیا تو بسایا نہ جائے گا

☆

بد مست ہو کے اے نگہہِ ناز دیکھنا
پھر میری لغزشوں کے بھی انداز دیکھنا

ترکِ نیازِ شوق کا اعجاز دیکھنا
سونی پڑی ہے انجمنِ ناز، دیکھنا

سوز و گدازِ نغمۂ بے ساز دیکھنا
سارا جہاں ہے گوش بر آواز، دیکھنا

اُن کی حریمِ ناز کے پردوں کو چھو لیا
میری نظر کی جرأتِ آغاز دیکھنا

یوں دیکھتی ہے جیسے نہیں دیکھتی نظر
ظالم کے دیکھنے کے یہ انداز دیکھنا

بُت خانۂ جمال میں آئے تو ہو شکیل
آساں نہیں ہے حسنِ خدا ساز دیکھنا

☆

سکون و صبر کا اُمیدوار ہے اب تک
نہ جانے کس لیے دل بیقرار ہے اب تک

کسی کے جلوہِ رنگیں کی جاذبیت سے
مرا وجود برنگِ بہار ہے اب تک

وہ اپنی وعدہ خلافی پہ ہوگئے نادم
اسی لیے تو مجھے اعتبار ہے اب تک

اُٹھا تھا ایک ہی پردہ ہزار پردوں میں
جہاں میں تذکرہِ حسنِ یار ہے اب تک

جلے ہوئے مرے دل کو ہؤا زمانہ شکیل
کسی کی برقِ نظر شعلہ بار ہے اب تک

☆

سرگزشتِ دل کو رودادِ جہاں سمجھا تھا میں
مختصر سی بات کو اك داستاں سمجھا تھا میں

بن گئی میرے لیے اك اضطرابِ مستقل
جس محبت کو سکونِ قلب و جاں سمجھا تھا میں

وہ بھی میری گردشِ تقدیر کا اك دور تھا
جس کو اب تك انقلابِ آسماں سمجھا تھا میں

تھا حرم کی سر زمیں پر لطف اندوزِ سجود
یعنی کعبے کو تمہارا آستاں سمجھا تھا میں

وادیِ غربت میں یوں گم کردہ منزل تھا شکیل
رہزنِ منزل کو خضرِ کارواں سمجھا تھا میں

☆

پی شوق سے واعظ ! ارے کیا بات ہے ڈر کی ؟
دوزخ ترے قبضے میں ہے ، جنت ترے گھر کی

ایماں کی دولت سے ترے حسن کا سودا ؟
ایماں تو قیمت ہے تری ایک نظر کی

آ جائے تصوّر میں کوئی حشر بداماں
پھر میری شبِ غم کو ضرورت ہے سحر کی

کچھ سہل نہ پائے ہیں، محبت کے مراتب
چھانی ہے بہت خاک تری رہ گزر کی

☆

اپنا ہم مسلک و ہم رازِ کسے کہیے شکیل
نظر اس بزم میں سب آتے ہیں بیگانے سے

☆

وہ دل میں رہتے ہیں ، دل کا نشاں نہیں معلوم
مکیں کو ڈھونڈ رہا ہوں ، مکاں نہیں معلوم

سکوں سا پانے لگا ہوں غمِ محبت میں
کہاں گئیں مری بیتابیاں ، نہیں معلوم

چمن کی فکر بھی کر آشیاں کی فکر کے ساتھ
کدھر کو ٹوٹ پڑیں بجلیاں ، نہیں معلوم

وفا شعار تہی دست آئے منزل پر
کہاں کہاں پہ لٹا کارواں ، نہیں معلوم

شکیل آئینہ ہے دورِ انقلاب ، مگر
مآلِ قسمتِ ہندوستاں نہیں معلوم

☆

یہ دورِ ماہتاب ، یہ رنگِ شبِ بہار
فطرت نے گیسوؤں کو سنوارا ہے آج کل

☆

زندگی مدھوش ہوکر رہ گئی
اُن سے ہم آغوش ہوکر رہ گئی

میں نے جب دیکھا تو وہ برقِ جمال
دفعتاً رو پوش ہوکر رہ گئی

عشق پروانوں کو تھا، وہ جل گئے
شمع کیوں خاموش ہوکر رہ گئی؟

کھل تو جائے گی زباں اُن کے حضور
اور اگر خاموش ہوکر رہ گئی؟

☆

کوئی بتائے کہ رہنما نے کیا بھی کیا خیرخواہ بن کر
ہم اپنی منزل پہ رفتہ رفتہ پہنچ گئے گردِ راہ بن کر

☆

دیتی ھیں بہاریں انہیں پیغامِ سکوں کیا
معلوم نہیں فطرتِ اربابِ جنوں کیا ؟

اس مشقِ تغافل کی قسم یہ تو بتا دے
تا عمر میں بے تاب ھی بے تاب رھوں کیا ؟

ھاں تیری خوشی میری خوشی ھے مگر اے دوست
اس لطفِ مسلسل کا بھی شکوہ نہ کروں کیا ؟

مخلوق بھی ھستی مری ، خالق بھی مری ذات
اس پر بھی مجھے علم نہیں ھے کہ میں ھوں کیا ؟

سب تیری محبت کی عنایات ھیں ورنہ
میں کیا ، مرا دل کیا ، مرے اندازِ جنوں کیا

مانا کہ بہت تلخ ھے انجامِ تمنا
یہ غم تری خاطر بھی گوارا نہ کروں کیا ؟

اک عالمِ عرفانِ حقیقت ھے محبت
اک منزلِ ادراکِ محبت ھے جنوں کیا

☆

دور ہیں وہ اور کتنی دور
پھر بھی مری نظروں کے حضور

رنج و مصیبت ، جور و ستم
آپ کی خاطر سب منظور

دل پر بیتے ، لب پر نہ آئے
ہائے محبت کا دستور

پردۂ رنگ و بُو تو اُٹھا
ہوگا کوئی نہ کوئی ضرور

دورِ ترقی کیا ہے شکیل
دنیا کی عقلوں کا فتور

☆

شبِ فرقت کی ان رنگینیوں پر جان دوں صدقے
تمہاری یاد ہو ، دل میں ستارے جھلملاتے ہوں

☆

تھا دل کو سکونِ عشقِ جنوں گیر سے پہلے
گردش ہی نہ تھی گردشِ تقدیر سے پہلے

اب قیمتِ یک موجِ نفس ہوگئی معلوم
کچھ بھی تو نہ تھا آہ میں تاثیر سے پہلے

اے سایۂ دامانِ کرم ڈھونڈنے والو
انجام بھی سوچا کبھی تقصیر سے پہلے ؟

☆

کیا پوچھتے ہو تمکنتِ عشق کا مآل ؟
یہ اہتمامِ برق و شرر دیکھتے نہیں ؟

دل دادگانِ سوزِ محبت، خدا گواہ
بجھتے ہوئے چراغِ سحر دیکھتے نہیں

☆

لب صرفِ تکلم ہیں تو نظریں ہیں کہیں اور
ان باتوں سے ہوتا ہے محبت کا یقیں اور

مغرور ہوئے جاتے ہیں تنکے بھی چمن میں
اے برق ذرا میرے نشیمن کے قریں اور

مسجد کے ارادے سے نکلتے تو ہیں زاہد
لیکن انہیں جاتے ہوئے دیکھا ہے کہیں اور

وہ مہلتِ اظہارِ تشکر نہیں دیتے
کچھ اس کے سوا آن سے شکایت ہی نہیں اور

ہے ترکِ محبت کا شکیل اب تو یہ عالم
میں جتنا بھلاتا ہوں وہ ہوتے ہیں قریں اور

☆

لطف بردوش، مسرت بکنار آیا ہوں
چند لمحے تری محفل میں گزار آیا ہوں

☆

کیوں نہ تقدیر پہ ہو ناز و نعم آج کی رات
سن رہے ہیں وہ مرا قصۂ غم آج کی رات

اُٹھ گئی میری طرف چشمِ کرم آج کی رات
چھپ گئے دامنِ فردا میں ستم آج کی رات

بدگمانی ہوئی جاتی ہے یقیں در آغوش
کھا رہے ہیں وہ محبت کی قسم آج کی رات

سوچتا ہوں میں بہ ایں عالمِ فردوسِ خیال
کیا ہوئی شدتِ احساسِ الم آج کی رات

نگہِ لطفِ مسیحا سے بھی تسکیں نہ ہوئی
درد پہلے سے زیادہ ہے نہ کم آج کی رات

☆

خرد کو آزمانا چاہتا ہوں
جنوں کی زد پہ لانا چاہتا ہوں

جو تھی حاصل تری محفل سے پہلے
اسی خلوت میں جانا چاہتا ہوں

نہ ہوں جس میں نمایاں حال و ماضی
کوئی ایسا زمانا چاہتا ہوں

جفا و رنج و لطف و شادمانی
میں سب کچھ بھول جانا چاہتا ہوں

تری خاطر جنہیں بیگانہ سمجھا
انہیں اپنا بنانا چاہتا ہوں

محبت پر پڑے ترکِ محبت
کوئی تہمت لگانا چاہتا ہوں

☆

نہ خیالِ مرگ و ہستی ، نہ ملالِ عمرِ فانی
مرا مدعا محبت ، مری آرزو جوانی

وہی بے کیف ، بے نہایت ؛ وہی لطف و شادمانی
تری عشرتوں کے صدقے مری تلخ زندگانی

جو بھڑک اٹھے یہ شعلے تو مجھے بھی پھونک دیں گے
مرا قصۂ محبت نہ سنو مری زبانی

مرے دل کا ساتھ دیتی مری زندگی کہاں تک
مجھے ہوش آرہا تھا کہ گزر گئی جوانی

میں کروں تو شکوۂ غم ، مگر اے یقینِ محکم
مجھے بے زباں نہ کردے کہیں آن کی بے زبانی

☆

نگاہِ شوق پہ کرنا ہے آشکار مجھے
وہ ایک راز جو سمجھا گئی بہار مجھے

فریبِ وعدۂ فردا کو جانتا ہوں مگر
میں کیا کروں اگر آجائے اعتبار مجھے

ہنوز تشنۂ تکمیل ہے مذاقِ الم
شکستِ دل کی صدا بن کے پھر پکار مجھے

زمانہ ترکِ محبت کو ہوگیا لیکن
ستا رہی ہے خلش کوئی بار بار مجھے

نگاہِ قہر کی محبوب تلخیوں کی قسم
نگاہِ لطف بھی آئی نہ سازگار مجھے

☆

نظر کو شرکتِ نظارہ کی بھی تاب نہیں
بس آج ہم رہیں گلشن میں یا بہار رہے

خزاں کے دم سے ہے قائم چمن کی رعنائی
اجڑ ہی جائے اگر مستقل بہار رہے

مآلِ خندہِ گُل پر نکل پڑیں آنسو
اگر نگاہ پسِ پردہِ بہار رہے

☆

محبت، آرزو، سعیِ مسلسل، ذوقِ محرومی
متاعِ زندگی ہیں بس یہی دو چار افسانے

☆

جو کل تلک اپنے لیے جانِ زندگی تھے شکیل
اب ان حسین مشاغل سے واسطہ نہ رہا

میں خامیاں پیدا
بزمِ جہاں پیدا

ت بر زباں پیدا
کے درمیاں پیدا

دیکھنے والے
ہے خزاں پیدا

دکھاتے ہیں
و نشاں پیدا

مفِ رسوائی
رازداں پیدا

☆

خانہ امید بے نور و ضیا ہونے کو ہے
چشمِ تر سے آخری آنسو جدا ہونے کو ہے

یہ بھی اے دل اک فریبِ وعدۂ فردا نہ ہو
روز سنتا ہوں کوئی محشر بپا ہونے کو ہے

دور ہوں لیکن بتا سکتا ہوں ان کی بزم میں
کیا ہؤا، کیا ہو رہا ہے، اور کیا ہونے کو ہے

کھل رہی ہے آنکھ اک کافر حسیں کی صبح دم
مے کشو مژدہ، درِ مے خانہ وا ہونے کو ہے

ترکِ الفت کو زمانہ ہوگیا لیکن شکیل
آج پھر میرا اور ان کا سامنا ہونے کو ہے

☆

سر بہ سر محرمِ گنجینۂ اسرار تھے ہم
آہ وہ دن کہ محبت کے پرستار تھے ہم

روز اُن مست نگاہوں سے پیا کرتے تھے
دور از تفرقۂ زاہد و مے خوار تھے ہم

اُن کی یاد، اُن کا تصور تھی عبادت اپنی
رحمتیں جن پہ تصدق، وہ گنہگار تھے ہم

اُن کے سودے کے علاوہ کوئی سودا ہی نہ تھا
جنسِ الطافِ محبت کے خریدار تھے ہم

تھی روش اپنی مگر سارے زمانے سے جُدا
دل سے اس رنگِ جدائی کے طرف دار تھے ہم

☆

شبِ مہتاب و شامِ زندگانی یاد آتی ہے
مجھے پھر آج اک بھولی کہانی یاد آتی ہے

کسی کا وہ مری خلوت میں شرمائے ہوئے آنا
تلاطم خیز رفتارِ جوانی یاد آتی ہے

دلِ بیتاب کا وہ عالمِ وارفتگی، توبہ!
نگاہِ شوق کی وہ بے زبانی یاد آتی ہے

لبوں پر ہائے وہ شکرِ کرم بے لفظ و بے معنی
حواس و ہوش کی وہ سر گرانی یاد آتی ہے

تری خاطر جلی جاتی ہے جو سوزِ محبت میں
کبھی تجھ کو وہ شمعِ زندگانی یاد آتی ہے؟

مجھے تو تیری زلفوں کا مہکنا یاد آتا ہے
تجھے بھی میرے اشکوں کی روانی یاد آتی ہے؟

وہ اندازِ غزل گوئی تمہارا ہم نہ بھولیں گے
ابھی تک وہ ادائے شعر خوانی یاد آتی ہے

☆

ستم اپنے جو یاد آیا کریں گے
تو دل ہی دل میں پچھتایا کریں گے

غرورِ حسن کو باطل سمجھ کر
سراپا عشق بن جایا کریں گے

نہ ہو گی تابِ ضبطِ غم جب اُن کو
یقیناً اشک بھر لایا کریں گے

قیامت ہوں گی نازک دل کی آہیں
ہر اک ذرّے کو تڑپایا کریں گے

مجھے ہر گام پر ٹھکرانے والے
مجھی پر ناز فرمایا کریں گے

میں کہتا ہی رہوں گا قصۂ غم
وہ سنتے سنتے سو جایا کریں گے

شکیل اپنے لیے لمحاتِ فرصت
پیامِ نو بہ نو لایا کریں گے

☆

فروغِ حسنِ کرم کا حاصل غمِ جفائے تمام کیوں ہے ؟
سحر کی تابانیاں مسلّم ، مگر یہ پہلو میں شام کیوں ہے ؟

فضائے بے کیفیِ محبت امینِ کیفِ دوام کیوں ہے ؟
اگر نہیں دل کو غم سے راحت تو زندگی شادکام کیوں ہے ؟

اڑائی واعظ نے چھپ کے پیہم، چڑھائی رندوں نے مل کے باھم
یہاں تو یہ سوچتے ہی گزری کہ بادہ نوشی حرام کیوں ہے ؟

نہ ذکرِ عنواں ، نہ حرفِ مطلب ، ادھر خموشی ، آدھر تغافل
تو پھر یہ افسانہِ محبت زباں زدِ خاص و عام کیوں ہے؟

انہیں کو تھی ذکرِ مے سے نفرت،یہی تھے زاھد ، یہی تھے حضرت
ذرا کوئی ان سے پوچھے، اب ان کے ھاتھوں میں جام کیوں ہے ؟

☆

نہ فروغِ بام کی جستجو ، نہ ضیائے در کی تلاش ہے
جو کسی کی راہ میں کھو گئی ، مجھے آس نظر کی تلاش ہے

مجھے پا سکے کہ نہ پا سکے ، یہ نظر نظر کی تلاش ہے
کہیں ایک لمحے کی جستجو ، کہیں عمر بھر کی تلاش ہے

غمِ تیرگی سے آجڑ گئیں وہ تصورات کی محفلیں
کبھی شامِ غم ہی عزیز تھی ، مگر اب سحر کی تلاش ہے

مری زندگی پہ کرم کریں ، غمِ روزگار کی تلخیاں
میں خرابِ کوچہ و دشت ہوں ، مجھے اپنے گھر کی تلاش ہے

ہیں سرورِ عزم سے بے خبر ، مرے پائے شوق کی جرأتیں
ابھی کاروانِ حیات کو کسی راہبر کی تلاش ہے

مجھے ایک لحظہ سکوں نہیں ، یہ تضادِ ہوش تو دیکھیے
کبھی دردِ دل سے ہوں مطمئن ، کبھی چارہ گر کی تلاش ہے

☆

ہوئی ایک عمر ترکِ التجا کو
مگر ہاتھ اب بھی اٹھتے ہیں دعا کو

انہیں ضد ہے مری عرضِ وفا سے
نہ جانے کیا سمجھتے ہیں وفا کو

غرض کی زندگی، مطلب کی دنیا
کہاں رکھوں دلِ بے مدعا کو

جو ہیں کھوئے ہوئے سازِ طرب میں
وہ کیا سمجھیں مرے دل کی صدا کو

شکیل اپنی وفا کرتی ہے ہر بار
سلامِ آخری اس بے وفا کو

☆

تری اک نظر کا حاصل عدم و وجودِ جاں ہے
کہیں زندگی کا عالم، کہیں مرگِ ناگہاں ہے

ترے حسنِ ضوفگن سے یہ فروغِ گُلستاں ہے
نہ ہو جس میں تیرا پرتو وہ بہار بھی خزاں ہے

مرے تیرے سوزِ دل کا نہیں بوالہوس تقابل
مری آگ میں شرر ہے، تری آگ میں دھواں ہے

کبھی پاؤں لڑکھڑائے تو کہا یہ مجھ سے دل نے:
"وہ چمک رہی ہے منزل، وہ غبارِ کارواں ہے"

رہوں ترکِ معصیت پر میں شکیل کیسے قائم
ابھی دل میں ولولے ہیں، ابھی آرزو جواں ہے

☆

برائے نام جہاں دورِ بے سرور چلیں
شکیل کیوں نہ ہم آس مے کدے سے دور چلیں ؟

نہ سمتِ وادیِ ایمن ، نہ سوئے طور چلیں
نگاہ دل پہ جمائیں ، ترے حضور چلیں

اس انجمن میں ریاکاریاں ہیں شاملِ عجز
چلو یہاں سے بصد نخوت و غرور چلیں

نسیمِ صبح میں نکہت ، نہ پھول میں خوشبو
یہی چمن ہے تو ایسے چمن سے دور چلیں

ہمارے سائے پہ بھی رشک تھا شکیل جنہیں
خدا کی شان! وہ اب ہم سے دور دور چلیں

☆

نہ ساقی نہ مطرب ، نہ ساغر نہ مینا
گوارا ہو کیوں بے حیا بن کے جینا

ہر اک قطرہ خنجر ، ہر اک بوند نشتر
یہ آنسو ہیں یا زندگی کا پسینہ ؟

تلاطم سے زور آزما کر تو دیکھوں
بلا سے ، اگر ڈوب جائے سفینہ

شفق جس کو سمجھے ہوئے ہیں نگاہیں
ہے فطرت کے ہاتھوں میں سرخ آبگینہ

چلو ان سے عرضِ وفا کر تو دیکھیں
وہ دادِ محبت نہ دیں گے ، یہی نا !

بدلتا ہے ہر سانس کے ساتھ عالم
زمانہ ہے خود ہی ترقی کا زینہ

شکیل اکثر احباب کا ہے یہ عالم
زباں پر حدیثِ وفا ، دل میں کینہ

☆

یا رب غرورِ حسن کو رسوا نہ کر سکوں
ہو تابِ دید بھی تو نظارا نہ کر سکوں

اے جبرِ عشق، مجھ کو عطا کر وہ اعتماد
ناکامیِ حیات کی پروا نہ کر سکوں

دیکھا ہے میں نے حسنِ گریزاں کو ملتفت
کیوں امتیازِ شبنم و دریا نہ کر سکوں

درمانِ زندگی تو مرے بس کی بات ہے
وہ درد دے کہ جس کا مداوا نہ کر سکوں

با وصفِ اشك و آہ، بہ ایں حشرِ اضطراب
ممکن ہے تیرے غم کو میں رسوا نہ کر سکوں

عالم محبتوں کا یہی ہے تو ایك دن
شاید یہ تذکرے بھی گوارا نہ کر سکوں

دل کے توہمات ہیں سب، ورنہ اے شکیل
میں اور اُن سے عرضِ تمنا نہ کر سکوں!

☆

ہر جذبۂ غم کی تلخی میں اک مستیِ پنہاں دیکھیں گے
جو گردشِ ساغر دیکھ چکے، کیا گردشِ دوراں دیکھیں گے

ہر بار ہماری جانب سے تجدیدِ محبت کیا معنی
اک دن تری نیچی نظروں کو خود سلسلہ جنباں دیکھیں گے

سمجھے تھے کہ توائے پردہ نشیں، ادراک و یقیں کی حد میں نہیں
لیکن یہ خبر کیا تھی کہ تجھے نزدیکِ رگِ جاں دیکھیں گے

آ جائے شکیلؔ اک بار کوئی، برہم ہے اگر برہم ہی سہی
ہستی کے شکستہ ساز پہ ہم فطرت کو غزل خواں دیکھیں گے

☆

مجھے آرزو نے ستم ہی تھی، مگر اُس نے درسِ وفا دیا
میں نثار بخششِ حسن کے، مرے ظرف سے بھی سوا دیا

میں اسے کسی کی وفا کہوں، کہ شکیلؔ عینِ جفا کہوں
اگر ایک بار ہنسا دیا تو ہزار بار رُلا دیا

☆

ممکن نہیں کہ دور ہوں راہِ وفا سے ہم
بھٹکے بھی گر کبھی تو اُنہیں کی رضا سے ہم

پھیکا سا ہو چلا ہے کچھ افسانہِ حیات
آؤ کہ اس میں رنگ بھریں ابتدا سے ہم

یہ عشق ، یہ بلندیِ عرفاں تو دیکھنا
راہِ حیات پوچھ رہے ہیں قضا سے ہم

بے اختیار مانگ لی تیرے ستم کی خیر
شرمندہ ہو کے رہ گئے دستِ دعا سے ہم

اُن کی ندامتوں نے سہارا دیا شکیل
ڈرتے تھے اپنی جرأتِ بے مدعا سے ہم

☆

بے خودی ہے نہ ہوشیاری ہے
بادہ خواری سی بادہ خواری ہے

حسن مصروفِ پردہ داری ہے
جانے اب کس نظر کی باری ہے

کم نہیں شورشِ نفس لیکن
زندگی پر جمود طاری ہے

غمِ اُلفت تو دل سے ہار چکا
اب غمِ زندگی کی باری ہے

جس چمن میں کبھی نہ آئے بہار
اُس چمن کی خزاں ھی پیاری ہے

ہائے وہ بادہ کش کہ جس نے شکیل
زندگی بے پیے گزاری ہے

☆

بہارِ مے کدہ اپنی ، سرِ گُلشن تمام اپنا
مگر کچھ اس طرح جیسے نہ پھول اپنے، نہ جام اپنا

نمودِ صبحِ فرقت کی حقیقت پوچھنے والو
الم سے تنگ آکر رُخ بدل لیتی ھے شام اپنا

زباں کو اذنِ گویائی ، نہ کچھ دل کو پزیرائی
یہی آدابِ محفل ھے تو محفل کو سلام اپنا

اسیرانِ قفس سے بے رخی تکذیبِ ایماں ھے
کوئی اربابِ گُلشن تک یہ پہنچا دے پیام اپنا

شکیل اس دور کے مغرب زدہ فن کار سے کہہ دو
زمانے کو پلٹ دے گا یہی رنگِ کلام اپنا

☆

وقتِ سحر خوشی کا مزہ غم میں آ گیا
ہر پھول ھنس کے دامنِ شبنم میں آ گیا

بے فصلِ گُل ہی بار تھی ناصح کی گفتگو
ظالم کہاں بہار کے موسم میں آ گیا

مرھونِ دستِ ناز نہیں جامِ آرزو
یہ جام خود ہی گردشِ پیہم میں آ گیا

کچھ شاد تھے وہ اپنے غرورِ جفا پہ آج
کچھ لطف میرے شکوہِ پیہم میں آ گیا

ھٹ کر کسی کی بارگہِ ناز سے شکیل
محسوس یہ ھؤا کہ جہنم میں آ گیا

☆

بے کسی سے مرنے والے کا بھرم رہ جائے گا
وہ ضرور آئیں گے جب آنکھوں میں دم رہ جائے گا

کیا خوشی میں زندگی کا ہوش کم رہ جائے گا ؟
غم اگر مٹ بھی گیا ، احساسِ غم رہ جائے گا

ہائے وہ اک عالمِ بے تابیِ پنہاں کہ جب
فاصلہ منزل سے اپنا دو قدم رہ جائے گا

چھیڑ دی میں نے اگر رُو دادِ حسنِ شش جہت
نامکمل قصۂ دیر و حرم رہ جائے گا

☆

نظر نواز نظاروں میں جی نہیں لگتا
وہ کیا گئے کہ بہاروں میں جی نہیں لگتا

شبِ فراق کو اے چاند آکے چمکا دے
نظر آداس ہے تاروں میں ، جی نہیں لگتا

☆

راہِ خدا میں عالمِ رندانہ مل گیا
مسجد کو ڈھونڈتے تھے کہ مے خانہ مل گیا

آغازِ کائنات سے جس کی تلاش تھی
اوراقِ زندگی میں وہ افسانہ مل گیا

اہلِ جنوں کو تاب کہاں سوزِ حسن کی
جلتے ہی شمع خاک میں پروانہ مل گیا

دیکھا نگاہِ یاس سے جب گُل کدے کا رنگ
ہر گُل کی آڑ میں کوئی ویرانہ مل گیا

اک اک زبان پر میری رُوداد ہے شکیل
اپنوں کے ساتھ کیا کوئی بے گانہ مل گیا ؟

☆

یہ ڈوبتے تارے، یہ فسردہ سا رُخِ ماہ
آثار بتاتے ہیں سحر ہو کے رہے گی

☆

وہ کیفِ حسن و عشق ، وہ لطفِ غزل گیا
ذوقِ سلیم رو کہ زمانہ بدل گیا

جس بزم میں سنی تھی محبت کی داستاں
اس بزم کا خیال ہی دل سے نکل گیا

میں نے ہی زندگی میں بھرا تھا خوشی کا رنگ
جادو مجھی پہ گردشِ دوراں کا چل گیا

گزری ہوئی بہار کو اب اور کیا کہوں
اک لمحۂ فریب تھا جو آ کے ٹل گیا

اے مہرِ صبح اپنی شعاعوں کو پھونک دے
جس دن پہ مجھ کو ناز تھا ، وہ دن ہی ڈھل گیا

اب امتحانِ تیز خرامی ہے اور ہم
لو کارواں تو حدِ نظر سے نکل گیا

☆

کہیں عشق کا تقاضہ ، کہیں حسن کے اشارے
نہ بچا سکیں گے دامن ، غمِ زندگی کے مارے

شبِ غم کی تیرگی میں ، مری آہ کے شرارے
کبھی بن گئے ہیں آنسو ، کبھی بن گئے ہیں تارے

نہ خلش رہی وہ مجھ میں ، نہ کشش رہی وہ تجھ میں
جسے زعمِ عاشقی ہو ، وہی اب تجھے پکارے

جنہیں ہو سکا نہ حاصل ، کبھی کیفِ قربِ منزل
وہی دو قدم ہیں مجھ کو تری جستجو سے پیارے

میں شکیل ان کا ہو کر بھی نہ پا سکا ہوں ان کو
مری طرح زندگی میں کوئی جیت کر نہ ہارے

☆

بدلے بدلے مرے غم خوار نظر آتے ہیں
مرحلے عشق کے دشوار نظر آتے ہیں

کشتیِ غیرت و احساس سلامت، یا رب!
آج طوفان کے آثار نظر آتے ہیں

انقلاب آیا نہ جانے یہ چمن میں کیسا
غنچہ و گُل مجھے تلوار نظر آتے ہیں

جائزہ دل کا اگر لو تو وفا سے خالی
شکل دیکھو تو نمک خوار نظر آتے ہیں

ہم نہ بدلے تھے، نہ بدلے ہیں، نہ بدلیں گے شکیلؔ
ایک ہی رنگ میں ہر بار نظر آتے ہیں

☆

داغ بن جائے گا فرقت میں رشکِ مہر و ماہ
یوں بھی میرے غم کدے میں روشنی رہ جائے گی

رنگینیاں، ۱۲۶ ۔

☆

یہ تمام غنچہ و گُل، میں ہنسوں تو مسکرائیں
کبھی پلک بپلک جو رو دوں تو ستارے ٹوٹ جائیں

مرے داغِ دل کی تابش جو کبھی یہ دیکھ پائیں
وہیں رشکِ بے اماں سے مہ و مہر ڈوب جائیں

کبھی ذوقِ جستجو پر اگر اعتبار کرلوں
سرِ راہ منزلیں خود مجھے ڈھونڈنے کو آئیں

کبھی بے قرار ہوکر جو میں سازِ عشق چھیڑوں
تو یہ مشتری و زہرہ کوئی گیت پھر نہ گائیں

سرِ مے کدہ جو دیکھیں مری مے کشی کا منظر
ہوں شیوخ سر بہ سجدہ، کرے زہد التجائیں

☆

دلِ غم زدہ پر جفائیں کہاں تک ؟
یہ دل چسپ و دل کش خطائیں کہاں تک ؟

نہ مرنے کی فرصت ، نہ جینے کا یارا
ترے غم کی تہمت اٹھائیں کہاں تک ؟

یوں ہی جائزہ دل کا لیتی رہیں گی
نگاہوں کی رنگیں شعاعیں کہاں تک ؟

یہ دیکھوں مری تشنہ کامی کے غم میں
برستی رہیں گی گھٹائیں کہاں تک ؟

ہمیں دیکھنا ہے وہ محفل میں شمعیں
جلائیں کہاں تک ، بجھائیں کہاں تک ؟

یہ زورِ کلامِ شکیل ، اللہ ! اللہ !
مخالف بھی زور آزمائیں کہاں تک

☆

قربان کسی پہ دولتِ ہستی ہے آج کل
دل چیز کیا ہے ، جان بھی سستی ہے آج کل

نالوں کے احتجاج سے برہم ہے آسماں
اوجِ فلک سے آگ برستی ہے آج کل

ارض و سما نے مل کے بپا حشر کر دیا
معدوم فرقِ رفعت و پستی ہے آج کل

آغوشِ زندگی جسے کہیے ، وہ کائنات
اسبابِ زندگی کو ترستی ہے آج کل

ساقی بھی ہے ، شراب بھی ، لیکن نہ جانے کیوں
دل بے نیازِ شورشِ مستی ہے آج کل

جس دل میں تھی متاعِ غمِ عاشقی شکیل
اس دل میں آتشِ غمِ ہستی ہے آج کل

☆

دانستہ سامنے سے جو وہ بے خبر گئے
دل پر ہزار طرح کے عالم گزر گئے

آوارگانِ کوئے محبت جدھر گئے
دنیا پکار اٹھی کہ "غلط راہ پر گئے"

رودادِ اہلِ بزمِ محبت نہ پوچھیے
ہنستے ہوئے جو آئے تھے با چشمِ تر گئے

جب تجھ کو ارتباطِ محبت پہ ناز تھا
اے زندگی! بتا وہ زمانے کدھر گئے؟

☆

تیرا غم پا کر بلائے عشرتِ فانی گئی
مرحبا ذوقِ سکوں، دل کی پریشانی گئی

ابر آیا، جام آیا، پھول برسے، لیکن آہ!
زاہدانِ تنگ دل کی پاک دامانی گئی

☆

مجھ سے خفا خفا بھی ھیں ، اور برھمی بھی ھے
موت کے ساتھ ساتھ ھی دعوتِ زندگی بھی ھے

مستِ شرابِ حسن ھوں ، اوج پہ تشنگی بھی ھے
وہ مرے سامنے بھی ھیں، آنکھ انھیں ڈھونڈتی بھی ھے

زیست سے خوف و عار کیا ؟ صدمہ روزگار کیا ؟
موت کا انتظار کیا ؟ موت ھی زندگی بھی ھے

شکوہ جورِ حسن کیوں ؟ صدمہ دردِ ہجر کیا ؟
دل ھے تو دل لگی بھی ھے ، غم ھے تو زندگی بھی ھے

لوگ یہ کہہ اٹھے تمام ، سن کے شکیل کا کلام:
"نغمہ نوازیاں بھی ھیں ، شعر میں پختگی بھی ھے"

☆

شرحِ جفائے چرخِ کہن مختصر نہیں
کس گھر میں آج ماتمِ اہلِ ہنر نہیں ؟

ہوتے ہیں انقلاب جہاں میں نئے نئے
رنگِ جہاں مگر کبھی نوعِ دگر نہیں

اپنا وجود اپنے عدم کی دلیل ہے
رودادِ مرگ و زیست پہ کس کی نظر نہیں ؟

ہوتی ہے مرنے والوں کی مرنے کے بعد قدر
گو زندگی میں عزتِ اہلِ ہنر نہیں

☆

طبیعت خودبخود دلدادہِ غم ہوتی جاتی ہے
صدائے دل ، صدائے سوزِ ماتم ہوتی جاتی ہے

ہوائے دھر کی خونابہ افشانی ، ارے توبہ !
خزاں برکف بہارِ بزمِ عالم ہوتی جاتی ہے

ترانے عشق کے اتنے ہی دل کش ہوتے جاتے ہیں
صدائے سازِ ہستی جتنی مدھم ہوتی جاتی ہے

خمِ تیغِ قضا ، محرابِ کعبہ ہے نگاہوں میں
جبینِ شوق سجدوں کے لیے خم ہوتی جاتی ہے

☆

اے گردشِ تقدیر، یہ کیا بوالعجبی ہے؟
آزاد ہوں اور پاؤں میں زنجیر پڑی ہے

جس دن سے دعا میں نے غمِ عشق کو دی ہے
اس دن سے مجھے میری قضا ڈھونڈ رہی ہے

ہے سب کی نگاہوں میں جدا مے کا تصور
میرا تو عقیدہ ہے کہ ہر شخص نے پی ہے

ہونے دے نہ ساغر مئے ادراک سے خالی
کل کے لیے رکھ چھوڑ جو تھوڑی سی بچی ہے

تنہائی کے لمحاتِ گرانبار میں اکثر
میں نے تجھے بے ساختہ آواز بھی دی ہے

غم خانۂ ہستی میں ہے ہر چیز میسّر
لیکن جو کمی ہے تو محبت کی کمی ہے

نعرہ ہے محبت کا شکیل اپنا یہ مصرع:
"انسان کے کام آئے جو، انسان وہی ہے"

☆

دلِ غم زدہ کو خوشی کب ملے گی ؟
نہ جانے نئی زندگی کب ملے گی ؟

یہ پژمردہ کلیاں ، یہ افسردہ غنچے
نہ جانے انہیں تازگی کب ملے گی ؟

ترانہ بہ لب ہیں ہزاروں کنہیّا
نہ جانے انہیں بانسری کب ملے گی ؟

خموشی کو زورِ بیاں کب ملے گا ؟
تکلّم کو سنجیدگی کب ملے گی ؟

تصوّر میں کب ہو گی پیدا نفاست ؟
تخیّل کو پاکیزگی کب ملے گی ؟

نئے جام و ساغر تو بخشے ہیں تُو نے
مگر ساقیا ! بے خودی کب ملے گی ؟

خِرد کو تو دیوانہ پن مل گیا ہے
جنوں کو مگر آگہی کب ملے گی ؟

شکیل اپنے دل کی حکایت ہو جس میں
ترنم کو وہ شاعری کب ملے گی ؟

☆

افسانہ لکھ رہی ہوں دلِ بے قرار کا
آنکھوں میں رنگ بھر کے ترے انتظار کا

جب تُو نہیں تو کچھ بھی نہیں ہے بہار میں
جی چاہتا ہے منہ بھی نہ دیکھوں بہار کا

حاصل ہیں یوں تو مجھ کو زمانے کی دولتیں
لیکن نصیب لائی ہوں اک سوگوار کا

آجا کہ اب تو آنکھ میں آنسو بھی آ گئے
ساغر چھلک اٹھا مرے صبر و قرار کا

فلم: درد ، موسیقی: نوشاد ، آواز: اُوما دیوی

☆

سہانی رات ڈھل چکی، نہ جانے تم کب آؤ گے
جہاں کی رُت بدل چکی، نہ جانے تم کب آؤ گے

نظارے اپنی مستیاں دکھا کے سو گئے
ستارے اپنی روشنی لٹا لٹا کے سو گئے
ہر ایک شمع جل چکی، نہ جانے تم کب آؤ گے

تڑپ رہے ہیں ہم یہاں تمہارے انتظار میں
خزاں کا رنگ آ چلا ہے موسمِ بہار میں
ہوا بھی رُخ بدل چکی، نہ جانے تم کب آؤ گے

فلم : دلاری ، موسیقی : نوشاد ، آواز : محمد رفیع

☆

قسمت بنانے والے ذرا سامنے تو آ
میں تجھ کو یہ بتاؤں کہ دنیا تری ہے کیا

لاکھوں مصیبتیں ہیں غریبوں کی جان پر
شکوہ نہیں ہے پھر بھی کسی کی زبان پر
آجا زمیں پہ، سو گیا کیوں آسمان پر ؟
آنکھوں سے آکے دیکھ، جو سنتا نہیں صدا

قسمت بنانے والے ....

کیوں دل جلوں کی آہ کا تجھ پر اثر نہیں ؟
کیا تیرے پاس دیکھنے والی نظر نہیں ؟
جلتا ہے گھر مرا، تجھے یہ بھی خبر نہیں ؟
یہ حال ہے تو کیوں نہ کہوں تجھ کو بے وفا ؟

قسمت بنانے والے ....

کیوں دنیا ہم غریبوں کی برباد غم سے ہے ؟
تو ہے خفا تو روٹھا ہؤا دل بھی ہم سے ہے
بھگوان تیرا نام ہمارے ہی دم سے ہے
ہم مٹ گئے تو نام بھی مٹ جائے گا ترا

قسمت بنانے والے ....

فلم : پردیس ، موسیقی : غلام محمد ، آواز : لتا منگیشکر

☆

یہ دنیا ہے، یہاں دل کا لگانا کس کو آتا ہے؟
ہزاروں پیار کرتے ہیں، نبھانا کس کو آتا ہے؟

یہ دنیا ہے، یہاں دل میں سمانا کس کو آتا ہے؟
مٹانے والے لاکھوں ہیں، بنانا کس کو آتا ہے؟

نگاہیں پھیر لیں تم نے تو ہم کس کی طرف دیکھیں؟
تمہیں کہہ دو، محبت کا فسانہ کس کو آتا ہے؟

وفا کا یوں تو دم بھرتے ہیں اس دنیا میں سب لیکن
وفا کے نام پر مٹ کے دکھانا کس کو آتا ہے؟

فلم: شاعر، موسیقی: غلام محمد، آواز: لتا منگیشکر اور مکیش

☆

مان مرا احسان ، ارے نادان ، کہ میں نے تجھ سے کیا ھے پیار
میری نظر کی دھوپ، نہ بھرتی روپ، توھوتا حسن ترا بیکار

الفت نہ سہی، نفرت ھی سہی؛ اس کو بھی محبت کہتے ھیں
تو لاکھ چھپائے بھید ، مگر ھم دل میں سمائے رھتے ھیں
تیرے بھی دل میں آگ،اٹھی ھےجاگ،زباں سےچاھےنہ کر اقرار

اپنا نہ بنا لوں تجھ کو اگر اک روز ، تو میرا نام نہیں
پتھر کا جگر پانی کردوں ، یہ تو کوئی مشکل کام نہیں
چھوڑ دےاب یہ کھیل،تو کرلےمیل مرے سنگ،مان لےاپنی ھار

فلم : آن ، موسیقی : نوشاد ، آواز : محمد رفیع

☆

تصور بناتا ہوں تری خونِ جگر سے
دیکھا ہے تجھے میں نے محبت کی نظر سے

جتنے بھی ملے رنگ، وہ سب بھر دیے تجھ میں
اک رنگِ وفا اور ہے، لاؤں وہ کدھر سے؟

ساون تری زلفوں سے گھٹا مانگ کے لایا
بجلی نے چرائی ہے تڑپ تیری نظر سے

میں دل میں بُلا کر تجھے رخصت نہ کروں گا
مشکل ہے ترا لوٹ کے جانا مرے گھر سے

فلم : دیوانہ ، موسیقی : نوشاد ، آواز : محمد رفیع

☆

موہے بھول گئے سانوریا ۔ بھول گئے سانوریا
آون کہہ گئے ، آجہو نہ آئے ، لینی نہ موری خبریا
موہے بھول گئے ....

دل کو دیے کیوں دکھ برہا کے؟ توڑ دیا کیوں محل بنا کے ؟
آس دلا کے او بیدردی ، پھیر لی کاہے نجریا ؟
موہے بھول گئے ....

نین کہیں رو رو کے سجنا ، دیکھ چکے ہم پیار کا سپنا
پریت ہے جھوٹی ، پریتم جھوٹا ، جھوٹی ہے ساری نگریا
موہے بھول گئے ....

فلم : بیجو باؤرا ، موسیقی : نوشاد ، آواز : لتا منگیشکر

☆

آئے نہ بالم وعدہ کر کے
تھک گئے نیناں دھیرج دھر کے

چھپ گیا چندا، لُٹ گئی جوتی
تارے بن گئے جھوٹے موتی
پڑ گئے پھیکے رنگ نظر کے
آئے نہ بالم ....

آؤ کہ تم بن آنکھوں میں دم ھے
رات ھے لمبی، جیون کم ھے
دیکھ لوں تم کو میں جی بھر کے
آئے نہ بالم ....

فلم : شباب ، موسیقی : نوشاد ، آواز : محمد رفیع

☆

آسماں والے تری دنیا سے جی گھبرا گیا
چار دن کی چاندنی میں غم کا بادل چھا گیا

آسماں والے تری دِنیا سے جی گھبرا گیا
جل گیا دل سوزِ غم سے ، جب کوئی یاد آ گیا

آگ میں پھولوں کی ، دنیا نے مرا تن رکھ دیا
ایک مُردے کو سجا کر نام دُلہن رکھ دیا
بول مالک یہ تماشا تجھ سے کیوں دیکھا گیا ؟
آسماں والے..........

کس قدر ناشاد ہوں ، برباد ہوں ، ویران ہوں
رحم کر مجھ پر خدایا ! میں بھی اک انسان ہوں
موت ہی دے دے کہ اب شکوہ زباں پر آ گیا
آسماں والے..........

فلم : لیلیٰ مجنوں ، موسیقی: غلام محمد ، آواز : لتا منگیشکر ، طلعت محمود

☆

انصاف کا مندر ہے ، یہ بھگوان کا گھر ہے
کہنا ہے جو کہہ دے ، تجھے کس بات کا ڈر ہے ؟

ہے کھوٹ ترے من میں جو بھگوان سے ہے دور
ہیں پاؤں ترے ، پھر بھی تو آنے سے ہے مجبور
ہمت ہے تو آجا ، یہ بھلائی کی ڈگر ہے
انصاف کا مندر..........
دکھ دے کے جو دکھیا سے نہ انصاف کرے گا
بھگوان بھی اس کو نہ کبھی معاف* کرے گا
یہ سوچ لے ، ہر بات کی داتا کو خبر ہے
انصاف کا مندر..........
ہے پاس ترے جس کی امانت ، اسے دے دے
نردھن بھی ہے انسان ، محبت اسے دے دے
جس در پہ سبھی ایک ہیں ، بندے یہ وہ در ہے
انصاف کا مندر..........
مایوس نہ ہو ، ہار کے تقدیر کی بازی
پیارا ہے وہ غم ، جس میں ہو بھگوان بھی راضی☆
دکھ درد ملیں جس میں ، وہی پیارا امر ہے
انصاف کا مندر..........

فلم : امر ، موسیقی : نوشاد ، آواز : محمد رفیع

* ، ☆ ۔ یہ قوافی دانستہ غلط استعمال کئے گئے ہیں۔ شکیل

☆

گھر آیا مہمان ، کوئی جان نہ پہچان
بنے بالما — ہو بڑا ظالما

پہلے نینن میں ، پھر من میں آیا
چاندنی میرے جیون میں لایا
چندا کی کھڑکی سے دیکھے وہ گھور ، کھڑا دور ، جیا چور
موہے چھیڑے ہر آن ، کرے مان بے ایمان
بنے بالما — ہو بڑا ظالما
گھر آیا مہمان ....

کرے نت کھٹ اشاروں میں بتیاں
جیا دھڑکے مورا ، پھڑکیں انکھیاں
لاگے نہ منوا پہ برہا کا تیر ، بہے نیر ، آٹھے پیڑ
کہیں جانے نہ جان ، میں نادان ، وہ انجان
بنے بالما — ہو بڑا ظالما
گھر آیا مہمان ....

فلم : اڑن کھٹولہ ، موسیقی : نوشاد ، آواز : لتا منگیشکر

☆

ڈھل چکی شامِ غم ، مسکرا لے صنم
اک نئی صبح دنیا میں آنے کو ہے

پیار سجنے لگا ، ساز بجنے لگا
زندگی دل کے تاروں پہ گانے کو ہے

آج پائل بھی ہے ، نغمہِ دل بھی ہے
رنگِ الفت بہاروں میں شامل بھی ہے

آگئی ہے ملن کی سہانی گھڑی
وقت کی تال پر ناچتی ہے خوشی
گھنگروؤں کی صدا رنگ لانے کو ہے

جھومتے آ رہے ہیں زمانے نئے
حسرتیں گا رہی ہیں ترانے نئے

آج دل کی تمنا نکل جائے گی
گیت ہوگا یہی ، لَے بدل جائے گی
اک نیا راگ قسمت سنانے کو ہے

فلم : کوہِ نور ، موسیقی : نوشاد ، آواز : محمد رفیع

☆

چودھویں کا چاند ہو یا آفتاب ہو
جو بھی ہو تم ، خدا کی قسم لاجواب ہو

زُلفیں ہیں جیسے کاندھوں پہ بادل جھکے ہوئے
آنکھیں ہیں جیسے مَے کے پیالے بھرے ہوئے
مستی ہے جس میں پیار کی ، تم وہ شراب ہو

چہرہ ہے جیسے جھیل میں ہنستا ہؤا کنول
یا زندگی کے ساز پہ چھیڑی ہوئی غزل
جانِ بہار تم کسی شاعر کا خواب ہو

ہونٹوں پہ کھیلتی ہیں تبسّم کی بجلیاں
سجدے تمہاری راہ میں کرتی ہے کہکشاں
دنیائے حُسن و عشق کا تم ہی شباب ہو

فلم : چودھویں کا چاند ، موسیقی : روی ، آواز : محمد رفیع

☆

دکھ بھرے دن بیتے رے بھیا، اب سُکھ آیو رے
رنگ جیون میں نیا لایو رے
دیکھ رے گھٹا گھر کے آئی، رس بھر بھر لائی
چھیڑ لے گوری من کی بینا، رِم جھم رُت چھائی
پریم کی گاگر لائے رے بادل، بے کل مورا جیا ہوئے
دُکھ بھرے دن ....
مدُھر مدُھر منوا گائے، اپنے بھی دن آئے
ساون کے سنگ آئے جوانی، ساون کے سنگ جائے
آج تو جی بھر ناچ لے پاگل، کل نہ جانے رے کیا ہوئے
دُکھ بھرے دن ....

فلم: مدر انڈیا، موسیقی: نوشاد، آوازیں: رفیع، شمشاد، آشا، منا ڈے

☆

تری محفل میں قسمت آزما کر ہم بھی دیکھیں گے
گھڑی بھر کو ترے نزدیک آ کر ہم بھی دیکھیں گے

تری محفل میں قسمت آزما کر ہم بھی دیکھیں گے
ترے قدموں پہ سر اپنا جھکا کر ہم بھی دیکھیں گے

بہاریں آج پیغامِ محبت لے کے آئی ھیں
بڑی مدت میں امیدوں کی کلیاں مسکرائی ھیں
غمِ دل سے ذرا دامن بچا کر ہم بھی دیکھیں گے

اگر دل غم سے خالی ہو تو جینے کا مزا کیا ھے ؟
نہ ہو خونِ جگر تو اشک پینے کا مزا کیا ھے ؟
محبت میں ذرا آنسو بہا کر ہم بھی دیکھیں گے

محبت کرنے والوں کا ھے بس اتنا ھی افسانہ
تڑپنا ، چپکے چپکے آہ بھرنا ، گُھٹ کے مر جانا
کسی دن یہ تماشا مسکرا کر ہم بھی دیکھیں گے

محبت ، ھم نے مانا ، زندگی برباد کرتی ھے
یہ کیا کم ھے کہ مرجانے پہ دنیا یاد کرتی ھے
کسی کے عشق میں دنیا لُٹا کر ہم بھی دیکھیں گے

فلم : مغلِ اعظم ، موسیقی : نوشاد ، آوازیں : لتا منگیشکر ، شمشاد

☆

وفا کی راہ میں عاشق کی عید ہوتی ہے
خوشی مناؤ ، محبت شہید ہوتی ہے

زندہ باد — زندہ باد — اے محبت ، زندہ باد
دولت کی زنجیروں سے تُو رہتی ہے آزاد — زندہ باد

مندر میں تُو ، مسجد میں تُو ، اور تُو ہی ہے ایمانوں میں
مرلی کی تانوں میں تُو ، اور تُو ہی ہے اذانوں میں
تیرے دم سے دین دھرم کی دنیا ہے آباد — زندہ باد

پیار کی آندھی رُک نہ سکے گی ، نفرت کی دیواروں سے
خونِ محبت ہو نہ سکے گا ، خنجر سے ، تلواروں سے
مر جاتے ہیں عاشق ، زندہ رہ جاتی ہے یاد — زندہ باد

عشق بغاوت کر بیٹھے تو دنیا کا رُخ موڑ دے
آگ لگادے محلوں میں اور تاجِ شاہی توڑ دے
سینہ تانے موت سے کھیلے ، کچھ نہ کرے فریاد — زندہ باد

تاجِ حکومت جس کا مذہب ، پھر اُس کا ایمان کہاں ؟
جس کے دل میں پیار نہ ہو ، وہ پتھر ہے ، انسان کہاں ؟
پیار کے دشمن ہوش میں آ ، ہو جائے گا برباد — زندہ باد

فلم : مغلِ اعظم ، موسیقی : نوشاد ، آواز : محمد رفیع